بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم
قیمت سالانہ پیشگی مع محصول عہ
رجسٹرڈ ایل ۱۱۴۳
افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام فہو علی نور من ربہ
اسلام کا بول بالا
رسالہ
جلد ۶ انوار الاسلام شہر سیالکوٹ نمبر ۲۲
بابت ۱۵ فروری ۱۹۰۵ء پندرہ روزہ مطابق ۱۲ ذیقعد ۱۳۲۲ھ

بعض ناظرین انوار الاسلام

صاحبان اس میں ہمیں کوئی کلام نہیں ہے۔ کہ اس سال انوار الاسلام علاوہ وقت پر شائع ہونے کی بہت کم صفحوں پر شائع ہوتا رہا ہے جس کی نسبت کسی سابقہ نمبر میں تلافی تھی لیکن بعض احباب نے شاید اس مضمون کو نہیں سمجھا۔ اسلئے ان کے بہت سے خطوط بہ مضمون وصول ہوئے ہیں کہ جس حال میں انوار الاسلام ۳۲ صفحوں پر شائع ہوا کرتا تھا۔ مگر سال حال میں صرف چوبیس صفحوں پر شائع ہوا ہے۔ ہم نے صاف لکھ دیا تھا۔ کہ جو کم صفحے کے

رسالجات شایع ہوگئے ہیں اُنکی مجرائی آیندہ رسالوں میں ضروری جاویگی یعنی بجائے
۲۴ صفحہ کے زاید صفحوں پر شایع ہوا کریگا جیسا کہ رسالہ ہذا ۲۱ و رسالہ ہذا سے بخوبی معلوم ہو سکتا ہے

علاوہ اس کے

ہم تمام معزز ناظرین کو مژدہ دیتے ہیں کہ اب رسالہ بفضل خدا ضرور وقت پر حاضر ہوا کریگا۔ والسلام

مَیں مُسلمان ہوگیا

یعنی

اختیار الاسلام ہر سہ حصّہ

ہمارے پاس مذکورہ بالا نام کی کتاب تین حصہ ماسٹر عبد الرحمن صاحب نو مسلم نے روانہ فرمائے ہیں جنمیں اُنہوں نے اپنے مسلمان ہونے کے تمام وجوہات تحریر فرمائے ہیں کتاب اختیار الاسلام ہر سہ حصہ کو اگر آئینہ حق نما کہیں تو بجا ہے۔ علاوہ ازیں آریہ عیسائی اور سکھ مذاہب کے تمام نقص بیان فرمائے ہیں اور چاند کی طرح چمکتے ہوئے دلائل سے مخالفین پر حجت تمام کی ہے اور اسلام کا نورانی چہرہ دکھلا دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اُسنے جناب ماسٹر عبد الرحمن صاحب کے دل میں اسلام کی محبت ڈالی اور ایسا کھولدیا ہے جو اختیار الاسلام کے پڑھنے سے بخوبی معلوم ہو سکتا ہے۔ یہ کتاب ہر ایک مسلمان کے پاس ضرور ہونی چاہئے۔ قیمت ہر سہ حصہ ایکروپیہ۔ ماسٹر عبد الرحمن صاحب نو مسلم قادیان ضلع گورداسپور سے ملسکتی ہے

تحفۂ رسالہ انوار الاسلام شہر سیالکوٹ

وعظ و نصیحت

جو افضل الفضلاء اکمل الکملاء تاج العلماء والمشائخین ... حضرت قبلہ ... حاجی شاہ محمد سلیمان صاحب قبلہ قادری ... نے ... لکھنو نے بوقت شب فرمائی:-

حضرات! یہ میرے ہاتھ میں قرآن شریف ہے اور اسوقت میں کوئی لکچر وکچر نہیں دونگا۔ سیدھا مولویانہ وعظ کہونگا۔ ہر چیز کا اک موقع و محل ہوتا ہے پس مہربانی فرما کر آپ لوگ اسوقت تالیاں نہ بجائیگا بلکہ قرآنی باتوں کو جی لگا کر سنئے!! + صاحبو! میں اسوقت حیرت میں ہوں اور کیا کہوں اور کسی سمجھاؤں۔ احباب شائقین کی فرمائشوں نے ناک میں دم کر دیا ہے بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ حضرت مثنوی خوانی زیادہ کیجیے گا اور بعض اصحاب نے فرمائش کی ہے کہ یہ جو آجکل اخباری دنیا میں نیو فیشن حضرات مدعی اسلام نے شور وغوغا مچا رکھا ہے اور خود ہی قاضی و مفتی بنکر ترمیم مذہب کا اک نیا خیال پیدا کر لیا ہے اسکے متعلق فرمائیگا اور بعض سربرآوردہ حضرات نے فرمایا کہ اُن لوگوں کا ذکر مصلحت کے خلاف ہے میں اب اسقدر فرمائشوں سے تنگ آکر سب فرمائشوں کو چھوڑتا ہوں طلب الکل فوت الکل ہو گیا اب میں قرآن پاک سے سورہ مومنین کا پہلا رکوع پڑھتا ہوں۔ دیکھئے اگلے مومنین کیسے تھے اور انکی عادات کیا تھیں اور ہم مسلمانوں کو کیا ہونا چاہئے اور کیا ہیں۔ نام لیکر کسی سے نہ خطاب کرونگا۔ اور نہ انہیں کوئی بات کہونگا۔ ہاں سے

خوشتر آں باشد کہ سرِ دلبراں گفتہ آید در حدیثِ دیگراں۔

میری تقریر سے سمجھ جاؤ اور ذرا غور کرو کہ میں کیا کہتا ہوں اور تمہیں کدھر بلاتا ہوں خدا اور رسول سے تمہیں ملاتا ہوں۔ اور رشتہ اسلام سے تمہیں وابستہ کرنا چاہتا ہوں اور وابستگی

بھی ایسی کہ اس سے نکل ہی نہ سکو اور خود ناز کر کے یوں کہو سے

خلاص حافظ از ین زلف تابدار مباد　　　　کہ بستگان کمند تو رستگار انند

آب سنئے اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے قد افلح المؤمنون یعنی بتحقیق مسلمانوں نے فلاح پایا صاحبو! دنیا میں جتنے لوگ مذہبی ہیں۔ ہندو۔ بدھ۔ عیسائی۔ یہودی مسلمان سب اس امر کے مدعی ہیں کہ فلاح پانیوالے اور منزل مقصود پر پہونچنے والے ہمیں ہیں آخر اسکے لئے کوئی فیصلہ ہونا ضرور تھا پس یہ خدائی فیصلہ ہے کہ مسلمانوں نے فلاح پایا اور فیصلہ بلا دلیل نہیں ہے بلکہ یہ وہ فیصلہ ہے جسمیں فلاح و کامیابی کے وجوہات بھی درج ہیں۔

تفصیل اسکی یوں ہے کہ ہم لوگ دو رشتہ سے وابستہ ہیں۔ مذہب اور تمدن جو رشتہ خداوند کے ساتھ ہے وہی مذہب ہے۔ اور جو قوم و ملک کے ساتھ ہے وہ تمدن ہے خداوندی رشتہ کا اقتضا یہ ہے کہ ہم اسکے ساتھ عبودیت کا اظہار کریں اور نیازمندی اپنی اسکی جناب میں معقول و مہذب پیرایہ میں ظاہر کریں اور اس کو عبادت کہتے ہیں اور قومی رشتہ کا ثمرہ یہ ہے کہ ملک وطن و قوم کی خدمت کریں اور اپنی زندگانی عمدہ بسر کریں جسکو مدنیت و تمدن کہتے ہیں۔

پس فلاح انسانی کا مدار انہیں دو چیزوں پر ہے اور مسلمان ان دونوں باتوں میں اور اسکے اصول و فروع میں اعلی پایہ رکھتے تھے اور انکو رکھنا بھی چاہیئے اسلئے یہ فلاح کا فیصلہ سنایا گیا اور قد افلح المؤمنون ارشاد ہوا۔ اور پھر ان مومنین کی صفات بیان کر دیگئی اَلَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلٰوتِهِمْ خَاشِعُوْن یعنی یہ مومنین ایسے لوگ ہیں جنکو نمازوں میں خشوع ہوتا ہے یعنی انکو عبادت میں فقط خداوندی خیال ہوتا ہے اور غیر کی طرف متوجہ نہیں ہوتے انکی نماز دکھلاوے کی نہیں ہوتی۔ فقط رضائے مولی انکا مقصود ہوتا ہے نماز جو عمدہ عبادت ہے اسمیں انکو اپنے حظ نفسانی کا خیال نہیں ہوتا عاجزی کا اسمیں اظہار ہوتا ہے انکی عبادت ہر موسم و ہر تہوار پر نہیں ہوتی۔ اسلئے کہ اسمیں حظ نفسانی کو دخل ہے۔ وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْن یعنی فلاح یافتہ مومنین ہیں جو لغویات سے بالکل کنارہ کش ہیں یعنی انکو فقط نمازہی میں یکسوئی نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ ہمیشہ لغویات سے بے سروکار رہتے ہیں اُن کا کام فقط خدا کے حضور میں نیازمندی کا

اظہار ادم قوم وملک کی خدمت ہو اس کے سوا جو لغو باتیں ہیں جیسے تن پرستی بیہودگی بیہودہ گوئی ان سے وہ واسطہ نہیں رکھتے۔ حضرات! اپنے مقصود دین ودنیا کی فلاح کے سوا جو کام ہے وہ سب لغو ہے ہم مسلمان اسمیں پڑینگے تو اپنا ہی نقصان کرینگے اور کر رہے ہیں مگر خوب یاد رکھئے کہ ہمارے دین ودنیا میں تضاد نہیں۔ یہ جو مشہور کیا ہے غلط مشہور کیا ہے۔ ہاں ہماری سرکار محمد رسول اللہ صلعم سے پہلے عیسائی مذہب وغیرہ میں ایسا خیال تھا کہ یہ دین ودنیا ہے اَلضِدَّانِ لَا یَجْتَمِعَانِ ہیں اور جو لوگ دینی مقدس ہوتے تھے وہ دنیا کو چھوڑ کر جنگل وپہاڑ کا رستہ لیتے تھے۔ مگر اسلام نے کہدیا لَا رُهْبَانِيَّةَ فِي الْاِسْلَامِ۔ خدا نے تمہارے لئے دنیا پیدا کی اسکی سب نعمتیں تمہاری ہیں تم اسی دنیا میں آکر اللہ تعالی کی عبادت کرو اور یوں کہتے رہو رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ آج ایک سالہ مینے دیکھا کہ جسے اس کانفرنس والوں کی نصیحت میں کسی صاحب نے لکھا ہو اسکا نام النَّاصِحُ ہی خوب رسالہ ہی اچھی نصیحتیں اسمیں کی ہیں۔ مگر افسوس اُسنے ہر صفحہ میں اسلام کی غربت ہی کو ظاہر کیا ہی جس سے دیکھنے والا یہ سمجھے کہ یہ مذہب ہمیشہ مفلس ونادار ونکا ہی حَاشَا وَكَلَّا۔ صاحبو! یہ انصاف کے خلاف ہی کہ اسلام کا ایک پہلو دکھلایا جائے اور دوسرا چھپا دیا جائے ہاں اسلام میں غربا بھی ہوئے ہیں اور امرا بھی۔ جہاں اصحاب صفہ تھے وہاں حضرت عثمانؓ وطلحہ وزبیر وسعد بن وقاص وانس بن بن مالک وغیرہم رضؓ دولتمند حضرات بھی تھے۔ آپ کی کتب تاریخ اصابہ اسد الغابہ۔ استیعاب موجود ہیں۔ دیکھ لیجیے کہ ان حضرات کی دولتمندی کا کیا حال تھا۔ کوٹھیوں۔ محلات۔ باغات متعلقہ داری کے سوا بڑی بڑی تجارت ان لوگوں کے ہاتھوں میں تھی پھر کیونکر کوئی کہہ سکتا ہی کہ سب صحابہ مفلس ونادار تھے حضرات! اگر دولتمندی وغنا بری چیز ہوتی تو اللہ تعالی اپنے حبیبؐ کو یوں نہ ارشاد فرماتا کہ وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَاَغْنٰى اور اگر بلند نامی ونامودی ورفعت ذکر بری شئی ہوتی تو خدا اپنے حبیبؐ کو یوں نہ فرماتا وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ہاں صاحبو! مگر اتنا ضرور کہونگا کہ اگلے زمانہ کے امیروں یا غریب صحابہ اہلبیت وتابعین وغیرہم سب مذہبی رنگ میں رنگے ہوئے تھے اللہ تعالی کی عبادت کرنےمیں سب برابر تھے ؎

محبت کا تری بندہ ہر اک کو اے صنم پایا
برابر گردنِ شاہ وگدا دونوں کو خم پایا

مگر افسوس ہزار افسوس کہ اس زمانہ کے دولتمند ہماری مسجدوں میں نہیں آتے مسجد و خانقاہیں فقط غربا ہی کے لئے ہیں۔ اور گستاخی معاف زیادہ تر یہ الزام آپ حضرات انگریزی تعلیم یافتگان پر ہے کہ آپ لوگ ہم کالے ذلیل۔ ایشیائی اولڈ فیشن لوگوں کے ساتھ مذہبی تقریبات صوم و صلوٰۃ و دیگر عبادات میں شریک نہیں ہوتے گویا ان کو مذہب سے سروکار ہی نہیں عام لوگوں کا یہ خیال ہے کہ یہ انگریزی تعلیم کا اثر ہے مگر میں ایسا نہ کہونگا۔ اسلئے کہ ہمارے پرانی وضع کے دیسی امرا نے کب انگلش تعلیم پائی ہے مگر وہ بھی تو لکھنوی مذاق میں۔ بٹیر کنکوا۔ مرغ۔ ناچ و رنگ رنڈی منڈی میں رہتے ہیں اور عبادات و فرائض سے بالکل بے پرواہ پھر میں کس کس کو روؤں ؎

دل کو روؤں یا جگر کا غم کروں — ایک میں کس کس کا اب ماتم کروں۔

مگر صاحبو اولڈ فیشن اور نیو فیشن کے بے قیدوں میں اتنا فرق ضرور ہے کہ وہ بیچارے اگر نماز روزہ نہیں کرتے تو اپنے کو گنہگار سمجھتے ہیں اور انہیں اسپر ندامت ہے بخلاف آپ لوگ نیو فیشن کے کہ جن مذہبی باتوں میں آپ شریک نہ ہوئے تو اسمیں طرح طرح کے اڑنگے لگانے لگتے ہیں نماز پنجوقتہ کی فرضیت ہی میں کلام روزہ کے اب بے ضرورت ہونے پر اصرار وغیرہ وغیرہ معاذ اللہ۔ یہ کس قدر شوخی و بیباکی ہے اور اسپر طرفہ یہ کہ مذہبی علوم سے بالکل معرا۔ نہ قرآن سے واقف نہ حدیث سے۔ مگر تفسیر و ترمیم مذہب کیلئے موجود بس صاحب مولوی نذیر احمد صاحب کا ترجمہ پڑھ کر اپنے آپ کو مولانا بحر العلوم اور شاہ عبدالعزیز سمجھنے لگتے ہیں میرے برادران و عزیزان بہر خدا ذرا اسپر غور کرو تم بی اے اور ایم اے ہوئے تمہیں یہ مبارک اور تمام قوم کو یہ مبارک مگر بی اے اور ایم اے ہونے سے مذہبی مولوی اور مجتہد تم کیونکر بن سکتے ہو اور ترجمہ پر جو ناز کرتے ہو تو سنو ایک زبان کے محاورات یہ ضرور نہیں کہ دوسری زبان میں بھی اسی فصاحت بلاغت سے ادا ہوں اصل و ترجمہ میں بہت فرق ہوتا ہے بالخصوص ہر مترجم قابل اطمینان بھی نہیں ہوتا کہیں مذہبی تعصب بھی اور اصلی معانی سے اسکو روک لیتا ہے پھر کیونکر ترجمہ پڑھ لینے سے اصل کتاب کے آپ محقق بن بیٹھتے ہیں معہذا اگر آپ لوگ ایسے ہی ذکی ہیں تو بسم اللہ سنئے! اس فقیر نے پینل کوڈ کا اردو ترجمہ پڑھا ہے اور تعزیرات ہند ضابطہ فوجداری بھی دیکھا ہے پس ازراہ مہربانی اس کمترین کو آج سے مولوی و شاہ صاحب نہ کہئے بیرسٹر صاحب ہی کہا کیجئے! اور جیسے آپ لوگ بے واقفیت علوم عربیہ مجتہد و مولوی بنتے ہیں۔ میں بھی بلا سفر

انگلستان و باوجود عدم واقفیت اصولِ قانون ورومن لأ بیرسٹر و سالسٹر ہو جاؤنگا۔
مگر اے عزیزو! عدالت عالیہ اور حکومت انگلشیہ کبھی مجھے اس ترجمہ دانی سے اپنی عدالتوں میں بحث کرنیکی اجازت نہ دیگی اور حکام کے حضور میں ہم کبھی قابل اعتبار نہونگے۔ بس اسی طرح اس ترجمہ دانی سے تم بھی شریعت اسلامیہ اور عدالتِ محمدیہ میں بحث کے مجاز نہیں ہو سکتے اور خاصانِ دین وملت تمکو کبھی قابل اعتبار نہ سمجھینگے انگریزی ترجموں کی حالت آپکو سنائیں سنئے؟ اسٹینڈیکل سکول و کالج میں بزبان اُردو جو پراکٹس پڑہائی جاتی ہے اسمیں ہمنے دیکھا کہ ترجمہ عربی اختناق الرحم اردو ترجمہ باؤ گولہ کیا گیا ہے یا لکھنو ہے بھلا کسی سے پوچھئے تو سہی کیا اختناق الرحم۔ باؤ گولہ کو کہتے ہیں؟ باؤ گولہ تو کبھی مردوں کو بھی ہوتا ہے جنکے پاس رحم ہی ندارد +
علٰے ہذالقیاس قربانوجی وغیرہ کے اُردو ترجموں میں کیلوس و کیموس میں بالکل اُلٹ پلٹ ہی کا یم کو کابل اور کابل کو کایم کر دیا ہے۔ خدا سے اپیل تو تلفظ کے فرق میں آسمان و زمین کا فرق ہو جاتا ہو۔ اسی ترجمہ کی بدولت توراۃ و انجیل ہر دو تین سال میں ایک نیا روپ بدلا کرتی ہو جس سے نئے نئے معنے پیدا ہوتے رہتے ہیں بات کہاں سے کہاں پہنچی۔ غرض اس تقریر سے یہ ہو کہ نئے تعلیم یافتہ حضرات ترجمہ پر اسقدر نہ اترائیں کہ علوم دینیہ کے علامہ دہر و مجتہد وقت بنجائیں ع۔ ایاز قدرِ خود بشناس۔ ہر کسی کو اپنی حد پر رہنا چاہئیے اور ایسی لغویات سے دور بھاگنا چاہئیے۔ مومنین کی شان عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ ہے + آپ حضرات اللہ تعالیٰ اور اسکے برگزیدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مانتے ہیں۔ پھر یہ کیا معنے کہ عبادت میں ہمارا حصہ ہو اور آپکا نہیں؟ اور اسکے لئو طرح طرح کے حیلے وحوالے ہوں پس یہ سب حیلے حوالے بالائے طاق۔ آپکو خواہ مخواہ مسجد میں آنا ہوگا۔ اور میں کشاں کشاں لاؤنگا۔ آپ مجھے اور میں آپ سے کہوں ؎

منم و تو ہر دو خواجہ تاشانیم　　　بندۂ بارگاہِ سلطانیم

میں اُن بے سمجھ مولویوں میں نہیں ہوں کہ آپکو کافر و مرتد و بیدین کہکر الگ ہو بیٹھوں حضرات! اب وہ زمانہ گیا میں اسلام کے حلقہ کو وسیع کرنا چاہتا ہوں نہ تنگ کرنا میں اہل اسلام کی تعداد بڑہانا چاہتا ہوں نہ گھٹانا میں غیروں کو اسلام میں لانا چاہتا ہوں نہ یہ کہ اپنوں کو کافر کہکر نکالدوں۔ آپ لوگ میرے عزیز ہیں اور اسلام میرا گھر ہے تو کیا کوئی عاقل اپنے عزیزوں کو گھر سے

نکالنا اور اُن کا خانہ بدوش ہونا روا رکھیگا؟ ہرگز نہیں۔ اور میں آپ لوگوں کے اس لباس و پوشاک کی کچھ بھی پروا نہیں کرتا میرا خیال یہ ہے کہ اسلام کبھی ایک لباسِ خاص کا مقید نہیں ہوا۔ اور نہ ہوسکتا ہی فیشن ہمیشہ بدلا کرتا ہے اور بدلا گیا مگر اعتقادِ ایمانی اور خدا و رسول کی تصدیق اور اطاعت و فرمانبرداری کبھی نہ بدلنا چاہئیے وہ الآن کما کان ؎

حلقۂ پیچیدنِ از زلم و در گوش است
بر ہما نسیم کہ بو دست و ہماں خواہد بود

اسلام جب ہندوستانی لنگیوں اور دھوتیوں کو مسجد میں کھینچ لایا تو کیا جاکٹ و پتلون والوں کو نہ لا سکیگا؟ انشاء اللہ عنقریب وہ زمانہ آتا ہے اور خدا کرے ہم بچشم خود دیکھیں کہ بالخصوص جمعہ کے دن جامع مسجد شہر کے دروازوں پر بگھی۔ چیٹ۔ ٹمٹم۔ پالکی۔ گاڑی۔ فیٹن۔ بائیسکل۔ ہینڈکا لینڈو کھڑی ہوں۔ اور میں پوچھوں تو معلوم ہو کہ یہ جج صاحب کی سواری ہی یہ مجسٹریٹ صاحب کی اور یہ بیرسٹر صاحب کی۔ یہ ڈپٹی صاحب کی جمعہ پڑھنے تشریف لائے ہیں اور مسجد کے اندر جا کر دیکھوں کہ ادھر مولوی صاحب ہیں شاہ صاحب ہیں ادھر بیرسٹر صاحب مجسٹریٹ صاحب ہیں کوئی جبہ و دستار میں ہی کوئی فقط قمیص و لنگی میں۔ کوئی شروانی ڈانٹے ہوئے ہی کوئی جاکٹ و پتلون سے آراستہ ہے غرض ایک عجیب گلدستہ ہو اور میں اُسوقت وجد میں حضرتِ اسلام سے یوں کہوں ؎

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش
من اندازِ قدت را می شناسم

لباس عرب نہایت ہی مقدس لباس ہی اور ہم لوگوں کا خاصکر اسی لباس میں ہونا زیبا ہی مگر جبکہ اسلام کو وسعت دینا اور غیر ملکوں میں پھیلانا ہے تو کیونکر ایک لباس میں مقید کرسکتا ہوں خدا کرے یورپ میں اسلام خوب پھیلے تو کیا میں یہاں سے اُن لوگوں کیلئے پائجامہ بنا بنا کر بھیجا کرونگا چہ خوش مجھ سی تو یہ نہوگا۔ ہاں میرے کرمفرمائے نواب محسن الملک جناب شیخ الاسلام عبداللہ کوئلیم کے لئے ایک جوڑا سجا سجا کر روانہ کریں تو بہت ہی زیبا ہی مگر جناب! دیکھئیے! قالب کی ٹوپی اور بے ناک کا لاجوتا اور سالسلیٹ کا پائجامہ۔ شربتی کا انگرکھا۔ اور اسپر دو ہاتھ کا کاسہ کو دہ رومال گز نہ دیا ضرور ہو۔ مگر بندہ نواز لیورپول کا امام بھی پھر چوک لکھنؤ رکھ دیجئیگا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

اِن لباسوں پر کُفر کے فتوے دینا یا اُن کو سُنّتِ نبویہ سمجھنا کسقدر غلطی ہے کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تو نہ یہ لباس تھا نہ وہ۔ ہاں اگر مسلمان نیک نیتی سے اسکو پہنیں تو یہ بھی درست ہے اور اُسکو پہنیں تو وہ بھی درست اور میں وجد میں یوں کہوں ؎

آنکہ میگویند این بہتر زحُسن   یار ما این دارد وآن نیز ہم

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فَاعِلُوْنَ" یہ مومنوں کی صفت ہے کہ وہ فقط عبادتِ بدنی ہی پر کفایت نہیں کرتے بلکہ مالی تعلق جو خدا نے اُن کے ساتھ لگا دیا ہے وہ خوش معاملگی سے اس تعلق کے حقوق ادا کرتے ہیں (یعنے وہ لوگ زکوٰۃ دیتے ہیں۔)

صاحبو! زکوٰۃ کے لفظ سے لوگ گھبراتے ہونگے۔ کہ یہ کیسا بیجا ٹکس ہے مگر جب اسکی حقیقت سے واقف ہوجائیں تو سمجھ سکینگے کہ زکوٰۃ قومی حق میرے ذمہ ہے اور انسانیت کا اقتضا ہے کہ اس حق کو پورا کریں سُنو صاحبو! ہم مسلمانوں کا مذہب رحم وکرم ومروّت وہمدردی وحبّ قومی سے مملو ہے اور ہر جاندار پر ہمیں رحم آتا ہے اور انسان کے ساتھ ہمدردی ہمارا مین مذہب ہے اور اپنی قوم کا اک خاص حق میرے ساتھ ہے پس میرے صدقات وخیرات عام خلقتِ خدا کے لئے ہیں مگر اسکے ساتھ ہی ساتھ ایک قومی صدقہ بھی ہے جسکا تعلق خاص اپنے مذہب اور اپنے ہی قوم کے ہم مشرب وہمخیال کے ساتھ ہے اپنی ہی قوم کے اُمرا سے لیتے ہیں اور اپنی ہی قوم کے غربا کو دیتے ہیں۔ اسی کو زکوٰۃ کہتے ہیں + جب ہم زندہ قوم کہلاتے تھے اور سلطنت وامارت ہمارے ہر کاب تھی اُسوقت یہ صدقہ حاکمِ وقت ہی وصول کرتا اور سرکاری خزانہ میں جمع ہوکر بموقع محل سے مستحقین کو دیا جاتا تھا ہر شہر میں اسکا دفتر ہوتا تھا اور نتیجہ وثمرہ اسکا یہ تھا کہ ہماری قوم کو بھیک مانگنا نہ پڑتا تھا۔ ہر شخص فارغ البال نظر آتا تھا۔

یہاں پر یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ بعض متعصبوں نے ہم پر یہ الزام لگایا ہے کہ مسلمان کثرتِ تعصب سے اپنے غیر مذہب والوں سے کافر ہونیکا ٹکس وصول کرتے ہیں جسکو جزیہ کہتے ہیں حاشا وکلّا۔ یہ ٹیکس براہِ تعصب نہیں ہم پہلے اپنی قوم پر براہِ ضرورت زکوٰۃ وعُشر کا ٹیکس لگاتے ہیں

پھر غیر قوموں سے جو ہماری محافظت و امان میں رہنا چاہیں اُنکی حفاظت کے لئے اُن سے کچھ رقم وصول کرتے ہیں جس کو جزیہ کہتے ہیں۔ یہ ملکی انتظام ہے عقلِ سلیم بھی تسلیم کرتی ہے۔ اس میں تعصب کو کیا دخل؟ ہمارے یہاں دین میں دباؤ نہیں جبر نہیں۔ مَا اَنْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ۔ اور لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ" ہمیں ارشاد کیا گیا ہے۔ پھر زبردستی مسلمان کرنا اور نہو تو اُسے لوٹنا۔ اس کا مال و متاع ہضم کر جانا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ ناحق شناسوں نے خود اپنے مذہبی تعصب سے ایسے بہتانات ہم پر عاید کئے ہیں۔ ہمارا دامن اس سے پاک ہے۔

حضرات! اب میں اصل مقصد پر آتا ہوں۔ زکوٰۃ ہم مسلمانوں پر فرض ہے اگر باوجود فرضیت ادا نہ کریں تو خدا کی نافرمانی کے جرم کے سوا قوم کے بھی گنہگار رہینگے کہ قوم کو غریب ذلیل و رسوا و نادار بنانا چاہتے ہیں۔ بلا درآن رونا تو یہی ہے کہ اب ہم مسلمانوں میں اس لفظ زکوٰۃ کا مفہوم ہی مفہوم ہے عملدرآمد بالکل غائب۔ سینکڑوں ہزاروں روپیہ شہوت پرستی و عیاشی کھیل تماشے اور ذاتی وجاہت میں اُڑا دیتے ہیں مگر یہ جزو خفیف قوم کا حق جسے خدا نے ہمارے ذمہ کیا ہے نہیں ادا کرتے۔ صاحبو! اگر کوئی مالدار اپنے اہل و عیال کے حقوق نہ ادا کرے اُنکی خبر گیری نکرے تو وہ ضرور قابل ملامت ہے۔ اسی طرح یہ لوگ اس قومی حق کے جو غربا کا ان کے ذمہ ہے ادا نہ کرنے سے قابل نفرین ہیں۔ اگر مسلمان زکوٰۃ کے عادی ہوتے تو آج قوم میں اسقدر غربا و مساکین کی کثرت نہ ہوتی اور قومی یا مذہبی کاموں کے لئے مجھے یا کسی کو گداگری کی نوبت نہ آتی۔ نواب محسن الملک صاحب! اگر ہم مسلمانوں میں زکوٰۃ کا فنڈ جمع رہتا تو آپ کلکتہ و رنگون کی کیوں خاک چھانتے پھرتے یہ پاپڑ بیلتے۔ اسپر طرہ یہ بعید سفر! اللّٰہ اللّٰہ یہ فقط قوم کی پست ہمتی اور زکوٰۃ سے بے پروائی کیوجہ سے ہے گستاخی معاف! آج آپ مقدس تیر کس شان سے کرسی پر ڈٹے ہوئے ہیں۔ کیا رنگون کا سفر یاد نہیں ہے وہ دن بھی یاد ہے کہ نہیں جبکہ آپ مسجد میں نماز جمعہ پڑھنے آئے۔ اور فقیر کا وعظ سنکر باہر نکلے تو لوگ کہتے تھے "یہ نیچری جاتا ہے"۔ اور ایک شخص جنہوں نے حیدر آباد دکن میں آپکا دبدبہ دیکھا تھا حسرت سے کہتے تھے "ہے ہے یہ مہدی علیخان ہیں کہ لٹے اب بھیک مانگتے

اسی میں انسان ہلاک و برباد ہو جاتا ہے یہی قوت ہے جو شادی بیاہ کا باعث مردانگی ہے اسی سے مومنین کیلئے یہ
مخصوص ہے یہ مثنین شہوت پرستی - بیحیائی - رنڈی بازی - زناکاری - جلق - اغلام خلاف وضع
فطری سب کے کنندہ کش ہیں ۔ انکے تعیش و رفع ضرورت کیلئے انکی بی بی اور انکی لونڈیاں جو مثل بی بی
کے ہیں - کافی ہوتی ہیں ۔ ہاں صاحبو! مجھے یہاں پر ایک بھاری غلط فہمی دور کرنا ضروری ہے بعض
متعصبوں نے ہم پر یہ الزام لگایا ہے کہ مسلمان مذہبی طور سے انسان کو وحشیوں کی طرح بیچنا اور انکا بیع و شریٰ
جائز رکھتے ہیں اپنے خلاف مذہب کو پکڑ کر حیوانوں کی طرح مقید کرتے ہیں اور غلامی جو فطرتاً بُری شئی ہے
اس کو روا رکھتے ہیں ۔ حضرات! یہ سب بہتان ہے اسلام ان تمام عیوب سے پاک ہے نافہم لوگ جو
غلامی کی حقیقت سے ناواقف ہیں وہ ایسے بہتانات کرتے ہیں - غلام کے معنی "فرزند" کے ہیں غیر مذہب والوں
کے بچوں کو اپنے گھر میں لاکر مثل اپنے فرزند کے پرورش کرتے ہیں - بھلا اس سے زیادہ کیا انسانیت
ہوگی؟ ہمارے غلام اور فرزند میں کچھ فرق نہیں اگلی تاریخیں موجود ہیں - دیکھ لو! ہم غلاموں کے
ساتھ کیا برتاؤ کرتے آئے ہیں ۔ اب رہی یہ بات کہ جنگ سے لوٹ لاتے ہیں تو حضرات! مہذب دنیا
میں آج بھی یہ دستور ہے کہ اعلانِ جنگ کے بعد تمام معاہدات کالعدم ہو جاتے ہیں اپنی خبر ہے کوئی سنتا
ہے جنگ میں ہزاروں آدمیوں کا وارہ نیارہ ہو جاتا ہے کتنے بچے یتیم کتنی عورتیں رانڈ ہو جاتی ہیں کیا
انسانیت کا یہی نتیجہ ہے کہ یہ لاوارث اسی مصیبت میں چھوڑ دیئے جائیں ۔

پس مسلمان اپنے مفتوح اقوام کی اولاد کو اپنے گھر لاتے ہیں انکو غلام یعنے اپنا فرزند سمجھتے ہیں اور انکی
بیوہ بیبیوں کو اپنے گھر میں ڈال لیتے ہیں اور اپنی بیبیوں کے ایسا برتاؤ انکے ساتھ کرتے ہیں انکو اپنے گھر کا مالک
بناتے ہیں سمجھئے - اس سے بڑھکر اور کیا انسانیت ہوگی؟ ۔ حضرات ہم جو غلاموں کے ساتھ بھلائی
کی اور انکو اپنے فرزندوں پر ترجیح دی کتب تاریخ اس سے بھری پڑی ہیں کیا ان متعصبوں کو
معلوم نہیں ہے؟ ہاں ہم غلام بناتے ہیں مگر ہمارے غلام بادشاہی کرتے ہیں - ترکِ قدیم ہمارے ہی
تو غلام تھے جو ہمارے سامنے بغداد میں حکمرانی کرتے تھے مصر میں ایک مدت تک ہمارے ہی غلام
فرمانروائی کرتے تھے - ہندوستان میں ایک مدت تک یہی حکمران تھے سلاطین ایبک جیسا

التمش و بلبن کون تھے ۔ اسی اسلام کے غلام تھے یہ اسلام ہی کی خوبی ہے کہ یہاں کے غلام سرپر تاج شاہی رکھا جاتا ہے

چوں داغ غلامیٔ تو داریم ہر جا کہ رویم پادشاہیم

اور نقطۂ نبوی تاج بخشی بلکہ وحشی نژاد حبشیوں کو علامۂ دین و مقتدائے اسلام بناتے تھے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کثیر الاولاد تھے مگر اپنے کسی فرزند کے ساتھ انہوں نے تعلیم علوم میں وہ محنت نہ کی جو عکرمہ اور طاؤس اپنے غلاموں کے ساتھ کی اور بنا سارا علم قرآن ان لوگوں کو سکھایا جس کا نتیجہ یہ ہے کہ تفسیر و حدیث کی کوئی کتاب آج ایسی نہ ملیگی جس میں عکرمہؓ و طاؤس کا نام نہ آئے اور علی بن عبداللہ بن عباسؓ اُن کے بیٹے علمی دُنیا میں بالکل گمنام ہیں پس برادران یہ سمجھو کر ہمارے یہاں کی غلامی وحشیوں کو انسان بنانے کے لئے ہے نہ انسان کو وحشی و جانور بنانے کے لئے! وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ"۔ صاحبو! اوپر کے سلسلے سے غور کیجئے کہ مومنین کی کیا شان ہے عبادت بدنی و نیاز مندی میں اعلیٰ پایہ عبادت مالی کے پابند۔ فضول باتوں اور لغویات سے بیزار کارِ اخلاقی حالت نہایت ہی درست۔ شہوت پرستی سے دور۔ اب معاملات کا حال سُنئے کہ وہ معاملات میں کیسے ہیں تو ارشاد ہوا۔ کہ "یہ مومنین وہ ہیں جو امانتوں اور معاہدات کی پوری رعایت کرتے ہیں"۔ کوئی اُن کو امین بنائے کسی سے یہ معاہدہ کریں تو اسکو پورا کرتے ہیں۔ خیانت و بدعہدی ان کا شیوہ نہیں۔ صاحبو! ہمارے امانت داری وہ تھی کہ کفار مکہ باوجود مذہبی عداوت کے ہمارے حضورؐ کو "محمد امین" کہتے تھے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت داری پر پورا بھروسہ کرتے تھے۔ حضرات اسلام میں ایسے لوگ بھی گزرے ہیں جو امانتداری کا پیشہ کرتے تھے اور حسبۃً للہ دوسروں کے مال و اسباب کی حفاظت کرنے اور اس پیشہ کو اپنا فرض منصبی سمجھتے تھے مدینہ طیبہ میں حضرت سیدنا امام جعفر صادق اور کوفہ میں حضرت امام ابوحنیفہ علیہما السلام امانتداری میں مشہور تھے ہر امیر غریب جو چاہتا ان کے یہاں مال و اسباب رکھتا اپنے مال سے بڑھ کر اسکی حفاظت کرتے تھے اور اس زمانہ میں معاہدے سڑے خیر سمجھے جاتے ہیں حالانکہ یہ خاص مومنین کی علامات ہیں۔ اور ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ منافق کی نشان ہے کہ عہد شکنی کرے اور وعدہ وفا نہ کرے + وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ۔ پہلے مومنین

کی نماز با خشوع کا ذکر ہو چکا ہے اب ارشاد ہوتا ہے کہ مومنین وہ ہیں جو کہ اپنی نمازوں کی پوری محافظت
کرتے ہیں یعنی اوقات مقررہ پر ادا کرتے ہیں صبح کی ظہر اور ظہر کی مغرب نہیں کرتے اُن کے تو اوقات
تلے بیٹھے ہیں اور ان کا ہر کام وقت پر ہوتا ہے پھر نماز جو عبادت ہے کیونکر وقت پر نہ ہوگی۔ آپ لوگ
فرمائیں گے کہ خدا کی عبادت یعنی اظہار نیازمندی کے لئے پانچ وقت کی قید کیسی ہے؟ اور اسی وقت میں
ادا کرنے کے کیا معنی ہے۔ جب وقت پا بری ہو جائے۔ ہاں صاحبو! یہ سچ ہے اظہار نیازمندی کے
لئے بلا ہر وقت کی کیا ضرورت ہے ہمیں جس وقت ہو سکے اور جتنا ہو سکے۔ مگر خوب یاد رکھو کہ اسلام نے
ہمیں پوپ اور جوگی نہیں بنایا۔ کہ جنگل و پہاڑ میں جا بیٹھیں ہمیں اپنی دُنیا کے بھی تو دھندے ہیں
اسلئے ہمیں ہر کاموں کے لئے تقسیم اوقات ضروری ہے بس چوبیس گھنٹے کی زندگی میں پانچ دفعہ خدا کے
آگے سر جھکاتے ہیں۔ اور جب ہم نے اپنی عبادت کو وقت کا پابند کر لیا تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہر کام کو
پابندی وقت کے ساتھ ہوگا جو دنیوی اور حفظ صحت کے لئے ضروری شی ہے۔ ہاں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں
جو اپنی دولت و ثروت یا بیرسٹری یا وکالت وغیرہ کی وجہ سے کہتے ہیں کہ ہمیں پانچ وقت فرصت
کہاں؟ جب موقعہ فرصت ہو پڑھ لینگے۔ میں اُن سے بھی نہایت ہی نرمی سے عرض کرتا ہوں کہ ممکن
ہے یہ عذر آپکا صحیح ہو۔ مگر خدائی قانون کا کلیہ دفعہ آپ کی وجہ سے کیونکر مخصوص ہو سکتا ہے اور
ہمیں اور آپکو اسمیں دست اندازی کا حق ہی کیا ہے؟ اسکی مثال یوں ہے کہ ہمارے ملک صوبہ
بہار و بنگال میں تحصیلداری کا محکمہ نہیں ہے۔ سرکاری مالگذاری (خراج اراضی) کے لئے وہاں
چار قسطیں بقید تاریخ مقرر ہیں۔ جنوری ۱۲۔ مارچ ۲۸۔ جون ۲۸ ستمبر ۲۸۔ اگر ان تاریخوں میں
شام تک روپیہ داخل ہو بس جائداد نیلام۔ عذر حیلہ ہرگز مسموع نہیں۔ ہر قسط میں نیلاموں
کی دھوم رہتی ہے جب اس ملک میں پلیگ شروع ہوا اور مخلوق پریشان اُس گاؤں سے اُس
گاؤں ماری پھرتی تھی اور نہایت ہی واجب الرحم تھی مگر وہ زمانہ ادائے مالگذاری کا بھی تھا
بہتیروں نے یہ چاہا اور بہت زور دیا کہ یا تو مالگذاری معاف یا میعاد کم و بیش کر دی جائے مگر حکام
وقت نے اس مجاریہ قانون میں ذرا بھی رد و بدل نہیں کیا صاحبو! پھر نیلام کا وہ دور تھا کہ کیا کہا جائے

اور کہاں کا پلیگ سب حسب معمول انہیں تاریخوں میں جا کر نشانہ سموم کئے گئے۔ بظاہر تو یہ طاعون
کی بیرحمی شمار کیجاتی مگر ہرگز نہیں یہی مقتضائے عدل تھا جو انہوں نے کیا۔ افراد و چند شخصوں
کے لئے قانونی اوضاعات کو غیر نافذ کرنا عقل حکیمانہ و اصول سلطنت کے خلاف ہے۔ فرض کیجئے
ایک سال طاعون کی وجہ سے یہ قاعدہ توڑا جاتا تو دوسرے سال بوجہ قحط تیسرے سال آتشزدگی چوتھے سال
عدم پیداوار وغیرہ آفات ارضی و سماوی کی وجہ سے تو کبھی اپنی جگہ پہ یہ قاعدہ و قانون نافذ ہی نہیں ہو سکتا۔
اسی طرح سمجھئے کہ کسی امیر و دولتمند کو صبح کا اٹھنا جبر ہو تو اسکے لئے کیونکر دفعہ قانون الٰہی کو غیر نافذ کریں
اور صبح کی نماز کیونکر اسپر معاف کریں۔ دوسرے صاحب بھی اسی طرح کوئی عذر پیش کرینگے یا کسی
بیرسٹر جنٹلمین کے لئے جو شام کو کرکٹ بال۔ فٹ بال۔ پولو اور ٹینس میں مصروف ہیں ہم کیونکر مغرب
کی نماز معاف سمجھیں۔ اک تیسرے صاحب بھی کچھ ایسا عذر ہی کرینگے۔ پھر نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ الٰہی
قانون بالکل غیر نافذ۔ خدارا برادران! شرم کرو!! اور قانون الٰہی کو نافذ ہونے سے مت روکو
اور جو تم سے نہ ہوسکے اسکے عدم تعمیل کی معذرت پیش کرو!! حضرات! اسی محافظت
صلوٰۃ کے متعلق مجھے ایک بات اور بھی عرض کرنا ہے کہ بعض جنٹلمین یوں خیال کرتے ہیں۔ کہ نماز
عربی زبان میں پڑھنا بے سود ہے ہر شخص اسکے معانی نہیں سمجھتا ہے پس اردو زبان میں ہونا
زیادہ مناسب ہے۔ میں عرض کرتا ہوں کہ اگر یہ حضرات نماز کی حقیقت پر غور کریں تو پھر ایسا نہ کہیں
صاحبو! نماز دربار خداوندی کی حضوری کا نام ہے جہاں اپنی نیازمندی و عبودیت کا ہمیں اظہار
کرنا ہوتا ہے کبھی یہ اظہار الفاظ و جملات کے ذریعہ سے ہوتا ہے اور کبھی خاکسارانہ و عاجزانہ ہیئت
نشست و برخاست سے ہوتا ہے دربار کے قواعد اعلیٰ درجہ کے درباری و مقربین بارگاہ منضبط کرتے
ہیں اور تمام درباری انہیں قواعد و ضوابط کے پابند ہوتے ہیں عام درباریوں کو اسمیں رد و بدل کا
حق نہیں پس اے برادران اس دربار الٰہی کے اعلیٰ مقرب ہمارے حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ و آلہ وسلم تھے اور انہوں نے یہ قواعد و آداب مقرر کئے ہیں۔ ہم عام درباری اب اسمیں
کیونکر رد و بدل کر سکتے ہیں۔ کیا یہاں وائسرائے کے لیوی کے قواعد کو ہم درباری بدل سکتے

سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں پھر خداوندی دربار کے قواعد میں کیونکر ردو بدل اور دخل در معقولات کرسکتے ہو
صاحبو! میں بارہا وائسرائے کی لیوی میں شریک ہوا ہوں ایک سال میں اور یہ ہمارے مخلص نواب سید علی
حسن صاحب تو دونوں ایک ساتھ باریاب ہوئے تھے ذرا پوچھئے کیا کیا تہذیب قواعد کی پابندی کرنا
ہوتی ہے میں ہندوستانی جوڑے کا عادی ہوں مگر اس دن ڈوسکی کارخانہ کا بوٹ پہنا کرتا
ہوں اور وہ بھی وہ جو چوں چوں نہ کرے شہر خموشاں میں سیدھا چلا چلے۔

ایوان گورنری کی رفعت اور دبدبہ جبروتی کی وہ سرو ہوا۔ اللہ اللہ کیا کیا دقتیں ہوتی ہیں
مگر باریابی کا وہ شرف ہے کہ ان سب تکلیف اور مالا یطاق کا تحمل ہی ہونا ہوتا ہے اور اگر کوئی ذرا ان قواعد
مقررہ کے خلاف کرے تو وہ پا بدستِ دگرے دست بدستِ دگرے۔ پس حاکم مجازی کے قواعد
دربار کی اگر میں ترمیم کروں تو حماقت ہی حماقت ہے اور حاکم حقیقی کے دربار کے قواعد منضبط کو
ردوبدل کریں تو جنون فوق الجنون ہے! صاحبو! اور سنو! ہمارے یہاں ہز آنر جب تشریف
لاتے ہیں اور اُن کا دربار ہوتا ہے تو ہم اُردو خوانوں کی طرف سے بھی جو ایڈریس و میموریل پیش
کیا جاتا ہے وہ سب انگریزی زبان میں ہوتا ہے۔ اسلئے کہ وہ سلطنت کی زبان ہے اُسکو
ہماری زبان پر ضرور شرف ہے۔ یہ ہماری غلطی ہے کہ ہمنے کیوں نہیں اس ضروری زبان کو
سیکھا۔ پس آدابِ سلطنت و مملکت کا یہی اقتضا ہے کہ جو عرض حاجت ہو سلطنت کی زبان میں
ہو۔ پس اسی طرح سمجھو کہ اسلامی حکومت اور مذہبی سلطنت کی زبان عربی ہے پس دربار نماز میں
جو کچھ ہمیں کہنا ہو۔ اسی زبان میں کہنا چاہئے اردو وغیرہ میں کہنا یعنے اردو میں قرآن پڑھنا
سخت گستاخی ہے۔ ہاں اسکا ترجمہ پہلے سے سُن سنالیں یا دکرلیں اسکا کچھ مضائقہ نہیں
بلکہ بہتر ہے۔" أُولَٰئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ الَّذِينَ يَرِثُونَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ
اللہ تعالی نے جب فلاح یافتگان مومنین کی صفات حسنہ بیان فرمائیں تو اسکے بعد اُنکے اکرام و انعامات جو ہونگے
انکا ذکر فرمایا کہ مومنین جنکی اوصاف حمیدہ متذکرہ بالا ہوں وہ فردوس کے وارث ہونگے اور ہمیشہ وہیں آرام کرینگے
حضرات! "وارث" کا لفظ آپ لوگ سنکر گھبرا گئے ہونگے کہ "وراثت و ترکہ" کا جھگڑا نہ چھڑ جائے مگر خاطر جمع

ہے مجھے اسوقت اسکی توضیح و تشریح و تردید کچھ بھی نہیں کیا چاہتا۔ ہاں اسلام، قرآن پر کوئی
معترض ہو اُسکا جواب مجھپر فرض ہے یا کوئی اپنا شبہ پیش کرے میں جواب کیلئے طیار ہوں کوئی مسلمان ہو کر
خلاف اسلام ایک نیا طریقہ اسلامی بنائے میں اسکی تردید کیلئے موجود ہوں مگر اس شخص کو بھی دیکھنا چاہیئے
جو میرا مرد مقابل ہو عوام کا جواب دینا اور اُن کے لغویات میں پڑنا میرا منصب نہیں جھگڑا اور ترمیم قرآنی
ان لوگوں کیطرف سے پیدا ہوئی ہے جنکو اسلامی پبلک میں کچھ وقعت نہیں مسلمانوں پر انکا کسی قسم کا اثر نہ
وہ حکیم نہ فلسفی نہ مولوی نہ مشائخ نہ شمس العلما۔ نہ ایل ایل ڈی نہ ڈاکٹر نہ بی اے نہ ایم اے پھر میں کس قاعدہ
سے انکی طرف مخاطب کروں ہاں نواب محسن الملک شمس العلما ڈپٹی نذیر احمد یہ لوگ اگر ایسا کہتے تو میں ضرور تردید
کرتا اسلئے کہ قوم کی اک جماعت کو اُن لوگوں کے علم و فضل پر بھروسہ ہے عام لوگ بے جوڑ و بے قاعدہ تک بندی
کریں تو میرے ذمہ اسکا جواب نہیں اخباری دُنیا جانے اور وہ مجھے معاف فرمایئے!!!

حضرات! اب فردوس و جنت کی سیر کیجئے! ان بکھیڑوں کو چھوڑیئے! سنئے!!! ہم مسلمانوں کا یہ
عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دو عالم بنائے ایک یہ وہ جسمیں ہم موجود ہیں اور دوسرا وہ جو مرنیکے بعد پیش آنیوالا ہے
اِس کو عالم اولیٰ اُسکو عالمِ اُخریٰ کہتے ہیں مولانا روم قدس سرہ فرماتے ہیں:- ؎

عالمِ اوّل جہانِ امتحان · عالمِ ثانی جزائے این و آن

یعنی یہ عالم جانچ اور آزمائش و امتحان کا ہے اور اسکا بدلہ اس عالم میں ظہور میں آئیگا یا اس شعر کا مطلب اپنے ذہن میں
کے اعتبار سے یوں سمجھو کہ یہاں تمکو خوب سختی سے امتحان دینا ہوگا لیکن حکم نہیں معلوم اُس عالم میں جا کر معلوم ہوگا
کہ پاس ہوئے یا فیل یہاں اس عالم میں کچھ کرتے ہو ضرور اسکا حساب ہوگا۔ اسکو دینا ہی پڑیگا فَمَن یَعمَل مِثقَالَ ذَرَّۃٍ
خَیراً یَرَہٗ وَمَن یَعمَل مِثقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَرَہٗ ہاں اُن حساب کتاب سے ہوشیار رہو اس زمانہ میں ہم مسلمان ایسے شامت زدہ
ہو رہے ہیں کہ امتحانوں میں اکثر ناکامیاب رہتے ہیں کہیں ایسا نہ ہو یہاں بھی ناکامیاب رہو اور حساب کتاب میں فیل نہو جاؤ۔
خدانکردہ پیشی کیوقت ایک نئی قسم کے گواہ پیش ہونگے یعنی ہاتھ پاؤں ہر عضو بول اُٹھیگا جنپر ابتک کسیطرح کسی قسم
کا بھی الزام نہیں ہو سکتی یہ جانچ کر کے حکم سنایا جائیگا "خُذُوہُ فَغُلُّوہُ ثُمَّ الجَحِیمَ صَلُّوہُ" یہ ماجرا ہاتھ پاؤں کا بولنا اور انسانی
صورت کا اسکی نمائش ظاہر پرست لوگ خلافِ عقل سمجھتے ہونگے۔ مگر ذرا غور کرو فوٹوگراف سے انسانی آواز

کیونکر سمجھ سکتی ہو اسیطرح اللہ اپنی حکمت سے ہمارے ہاتھ پاؤں سے گواہی دلوا دیگا اور ہماری عقل اسپر تعجب کیا کرتی ہے ؟
تمام قدرت الٰہی کو اپنے ایک ایک انچ دماغ میں لانا یہ تنگ خیالی ہے علی ہذا القیاس عالم آخرت و قیامت کا زلزلہ شدت گرمی
سوا نیزہ پر آفتاب کا ہونا کسی تنگ خیال کے دماغ میں نہ سمائے تو نہ سمائے مگر ہمارے نزدیک یہ ہرگز خلاف عقل نہیں ہے بلکہ ممکن الوقوع ہے ہم
عالم دنیا کے واقعات پر جب غور کرتے ہیں تو زلزلۂ آخرت کا نمونہ آگ کا برسنا سمندر کا کوسوں تک جلنا ایک کا دوسرے سے بھاگنا
ایکدم پردہ ہونا دیکھتے ہیں (یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْہِ کا نمونہ) لوگوں کا ہلاک ہونا وبا و ہوا و غیرہ ذالک دنیا کے کسی نہ کسی حصہ میں کبھی نہ کبھی اسمیں اخباروں میں
پڑھتے ہیں پس اسیطرح سمجھو کہ جیسے دنیا میں عام ہلاکت نازل ہوگی اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ ہے اور جب عام طور سے سمندر و دریا جل اٹھینگے
وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ہے اور وہی قیامت کا دن ہے آپ نئی فلسفہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ کشش آفتابی زمین کو اپنی طرف
کھینچ رہی ہے اور زمین کھنچتی جاتی ہے پس جب زمین قریب ہو جائیگی جسکو ہم سوا نیزہ کہتے ہیں وہی قیامت کا دن ہے ۔ صاحبو ! ہرگز
یہ باتیں عقل سلیم کے خلاف نہیں اور خوب یاد رکھو کہ اسلام میں جو عقل کے خلاف ہو ہی نہیں سکتا اسیطرح جنت کو
سمجھو ہمارے شاعروں اور عقلمندوں نے خدا جانے اسے کیا نہ بنا رکھا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ احکم الحاکمین کیطرف سے جو ہمیں انعام میں
جاگیریں باغات محلات بنگلے کوٹھیاں عطا ہونگی اسی کا نام جنت ہے اور یہ نہیں کہ ان کوٹھیوں میں آپکو فرنیچر و
لوازمات کا اہتمام کرنا ہو حضرت نہیں وہ مکانات و کوٹھیاں آراستہ و پیراستہ مع خانساماں و بیرہ و بہشتی اہل حکم و حور
غلمان و قصور رکھتے ہیں ملینگی ۔ اور سنئے ! وہ انعام و اکرام چند روزہ نہیں بلکہ دوامی جاگیر و منصب جسکے لئے ارشاد
ہوا ۔ ہُمْ فِیْہَا خَالِدُوْنَ ہے حضرات ! میں اب بساط تقریر کو سمیٹنا چاہتا ہوں اسلئے کہ کہانی لمبی اور وقت
مختصر ہے اور آپ لوگ خستہ و ماندہ بھی ہونگے لہذا اب میں معافی چاہتا ہوں اور افسوس کرتا ہوں کہ آیندہ
آیتوں کے ترجموں کو میں بیان نہ کر سکا باقی صحبت باقی پھر انشاء اللہ تعالیٰ کبھی عرض کرونگا ۔ بالخصوص خلقت
آدم کے متعلق جو آیتیں ہیں انہیں میں ڈارون صاحب کی تھیوری اور قرآنی تھیوری کو ذکر کرونگا ۔ اور حوا کو
ذکر کے بتاؤنگا کہ عقل سلیم کسکو قبول کرتی ہے اب میں رخصت ہوتا ہوں اور قرآن شریف [illegible] تو میں نے
آپ لوگ یقین کریں کہ میں کوئی امر کسی کی دل آزاری و توہین کی نظر سے ہرگز نہیں کہا میری غرض تو قوم کی
اصلاح ہے اور بری باتوں کا دور کرنا اور مذہبی پابندی کا شوق دلانا وَاللّٰہُ عَلٰی مَا نَقُوْلُ شَہِیْدٌ فقط

والسلام علی من اتبع الہدیٰ ۔ (محمد سلیمان قادری چشتی پھلواروی) ۔

دیانندی اور ہم

یا

پانی پتی صاحب کو جواب

آریہ مسافر ماہ اکتوبر ۱۹۰۴ء صفحہ ۱۳

ناظرین۔ ہمیں یہ دیکھکر ازحد خوشی ہوئی۔ کہ ایک پانی پتی دیانندی صاحب کمبھ کرن کی نیند سے بیدار ہو کر ہمیں مخاطب کر رہے ہیں۔ مخاطب کیا کرتا ہے۔ وہی دیانندی تعصب کی سرانڈ پھیلا کر اناپ شناپ الول جلول باتیں کرکے ٹالنا چاہتے ہیں۔ کوئی پوچھے کہ مرد خدا۔ اگر کسی بات کا جواب دیتا ہے۔ تو بسم اللہ لائیے۔ ادہر اُدہر کی فضول باتوں سے کیا فائدہ۔ جو کچھ وقعت دیانندیوں کی لغو تحریرات کی علماء سمجھتے ہیں۔ ہم اس سے بخوبی واقف ہیں۔ اسی لیئے ہماری پالیسی ایسے جہال کے ساتھ کلوخ انداز را پاداش سنگ است کے مطابق رہی ہے۔ جیسے ہم بارہا بیان کرچکے ہیں۔ ہم نہیں کہتے کہ پانی پتی صاحب قلم کو روکے رکھیں۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ بیشک اپنی جولانیاں کو آزما کر دیکھ لیں۔ مگر سب سے پہلے دیانندی مسافر میگزین کی پالیسی تصنیف کو سماج کی پھیلاؤ ہر طرف۔ پرکاش ویدپاک کا پہونچاؤ ہر طرف"۔ کی پوری پوری تشریح فرماویں۔ کہ وہ کونسی سماج کی تصانیف ہیں۔ جن کے ذریعے ویدپاک کا پرکاش پہونچایا جارہا ہے۔ تاکہ ہم دیانندیوں کے گرو کی تصانیف کو چھوڑ کر۔ ویدپاک کے پرکاش کرنے والی تصانیف کی ورق گردانی کریں۔ اور

اور وید کی اصل تعلیم سے واقف ہو کر اسی کے مطابق آپ کی خدمت کریں۔ کیا ہم مسافر میگزین کے مضامین کو وید کے عین مطابق مان لیں۔ یا آپ کی تصانیف کو۔ براہ عنایت ہمیں اپنی مسلمہ کتب کے ناموں سے آگاہ کر دیں۔ اگر آپ اصل ہندی ستیارتھ پرکاش وغیرہ کے حوالوں کی بنیاد میں گھسنا چاہتے ہیں۔ تو ہمیں بھی اجازت دیں۔ کہ ہم بھی اس ہندی اور اصل ستیارتھ پرکاش کے حوالے دے سکیں۔ جسے دیانندجی نے خود لکھا۔ اور اپنے سامنے دوبارہ چھپوایا۔ اس کے مرنے کے بعد والی کمی بیشیوں کو ہم ہرگز قبول نہیں سمجھتے۔ چونکہ آپ نے اپنے طویل اور فضول و شیخی لئے ہوئے مضمون کے علیحدہ علیحدہ ہیڈنگ قائم کئے ہیں۔ اس لئے ہم ہر ایک کی بابت کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں۔

پالیسی

انوار الاسلام کی پالیسی جیسا کہ آپ کے دل میں کھٹکتی ہے۔ وہی ہے۔ جسے آپ نے خود بیان کیا ہے۔ اور جسنے آپ جیسے کئی مخالفوں کو نیچا دکھا دیا ہے۔ یہ پالیسی اس کی نہ صرف آج ہے۔ بلکہ آغاز سے ہی وہ اس پر کاربند چلا آرہا ہے ذرا گذشتہ سالوں کے فائل اٹھا کر دیکھئے۔ کہ اس کی کس کس بات کا آپ نے یا آپ کے دوسرے تثلیث پرست بھائیوں نے جواب دیا ہے۔ چونکہ آپ ہر دو تثلیث پرست ہیں۔ اسلئے وحدانیت کا سچا راستہ دکھانا۔ اسی غازی کا کام ہے۔ ذرا آپ اپنے میگزین اور دیانندی سماج کی پالیسی تو بیان کرتے۔ ایک طرف تو پکار پکار کر کہتے ہیں۔ کہ سماجک تصانیف وید کو پرکاش کرنیوالی ہیں۔ اور وید کی سچی تعلیم دینے والی ہیں۔ مگر دوسری طرف اعتراضوں کی بوچھاڑ پڑتے ہی لالہ صاحب دھوتی سمبھالتے وید کو بغل میں لئے گروکل کی چار دیواری میں جا براجتے

ہیں۔ واہ کیا خوب پرکاش ہے۔ آخر اس تصنیف کی تشریح تو کردیں۔ کہ وہ کونسی بے عیب تصانیف سماج کی ہیں۔ جو ویدکا پرکاش کر رہی ہیں۔ چونکہ دوسرے تثلیث پرست آج تک انوار الاسلام کے کسی مضمون پر کچھ نہیں کہہ سکے۔ اس لئے عقلا کے نزدیک صاف ظاہر ہے۔ کہ وہ مقابلہ کرنے سے لاچار ہیں۔ رہے دیانندی بُت پرست سو بعض دفعہ وہ کڑہی کے اُبال کی طرح جوش دکھاتے ہیں۔ مگر اصل مطلب کو نہ چھوتے ہوئے اول جلول لکھکر ٹھنڈے پڑ جاتے ہیں۔ سو اس لئے اس عارضی جوش کو مٹانے کے لئے ضروری ہے کہ ہم خاص طور پر ان کی ہدایت اور رہنمائی کریں اور انکی جنونی طبائع کی دوائی بذریعہ انوار الاسلام عوام دیانندیوں میں تقسیم کریں۔ گو کڑوی دوائی مریض کو بُری معلوم ہو۔ مگر اس کا نتیجہ صحت، و راحت ہے۔ اس لئے روحانی امراض کا خصوصاً وہ امراض جہلکہ جن میں دیانندی مبتلا ہیں۔ علاج کرنا انوار الاسلام کی یہی پالیسی ہے۔ امید ہے دیانندی لالے صاحب ہمیں اپنی پالیسی سے مطلع کریں گے۔ اور سماج کی کسی اخبار یا تصنیف کا پتہ دینگے جو ویدوں کا پرکاش اصلی ہو۔ اگر سماجک تصانیف وید کا پرکاش نہیں۔ تو ویدوں کی پیروی و انکی تعلیم پھیلانے کا دعوے باطل ہے۔ خود کلین سماج نام دہرنا چاہیے۔ کہ جیسی کسی کی رائے ہو۔ وید کے ذمے چسپاں کردے۔ کیا یہ سمجھ لیا جاوے۔ کہ ۲۵ سال کامل تک دیانندی باایں غرور و نخوت وید کے اصلی مطالب اپنی کسی تصنیف میں ظاہر نہیں کرسکے۔ اگر یہی بات ہے۔ تو ایسی لایعنی کتاب کی پیروی سے روحانی ترقی معلوم؟

دلچسپ نظارہ

انوار الاسلام کے مضامین نے دیانندی صاحب کو بُری طرح لاچار کیا ہے۔ ادہر آپکو تعصب میں مسافر میگزین کے بعض مضامین کا خیال تک بھول گیا ہے۔ جسمیں اسلام پر

غلط ملط اور خرافات اعتراضات بھرے پڑے ہیں۔ سوبدروی کا مقولہ آپنے تشریح مضمون ہذا میں دیکھ لیا ہوگا۔ اگر نہیں دیکھا تو پھر سُنئے۔ وہ کلوخ انداز پاداش سنگ است پر کار بند ہے۔ اس لئے جیسا مُنہ ہوگا۔ ویسی اس کی طرف سے چپیڑ پڑے گی۔ خیر اتنا تو آپ نے بھی مان لیا۔ کہ سوبدروی کے اعتراضات کا منشا نہ محض ویدک تعلیم اور آرش لٹریچر ہی ہیں۔ دیانندیوں کی طرح زید۔ عمرو بکر مسلمانوں کی کتب کے حوالے نہیں ہوتے۔ چونکہ دیانندی روحانیت سے خالی اور ان میں سچی تعلیم کا قحط ہے۔ اسلئے اگر سچی تعلیم کی مہربانیوں کی بارش صرف انپر ہی برسائی جاوے۔ تو عین مناسب ہے۔

بیجا تعلق

سوبدروی کا ڈھنگ عین دیانندیوں کی طرز تحریر کے مطابق ہے۔ آپ کوئی ایک سا مضمون لیں۔ ہم اُسے آپ کے مسافر میگزین یا دیگر تصانیف سماج کے مقابلہ پر رکھ کر پرکھ دینگے۔ کہ کس مضمون میں دلیل یا اعتراض کم اور عبارت زائد ہوتی ہے۔ ہماری غرض آپ کے جانبازوں۔ اور حمارشیوں کی سچی اصلیت دکھانے سے ہے۔ اور جسنے ہماری اور دیانندی تحریریں مقابلہ میں رکھ کر دیکھی ہونگی۔ اسپر اسکا فیصلہ ہے۔ ہماری شرطوں اور انعامی مضامین کے جواب میں لالہ جی صرف تھینکس کر کے چل دیئے ہیں۔ اور ذرا انتظار نہیں کی۔ اور کہدیا۔ کہ ہمارے پاس ان کا کچھ جواب نہیں۔ جس سے انکی لاچاری ظاہر معلوم ہو گئی مرزا صاحب کے اعلےٰ مضامین کا دیانندیوں نے کیا جواب دینا ہے۔ جبکہ ایک معمولی مسلمان کے مقابلہ سے لاچار ہو رہے ہیں۔ ہم محض نیک نیتی سے بہت سخت شرائط انعام رکھا کرتے ہیں۔ تاکہ عام دیانندی وچار کر جواب دے سکیں اگر

پالی ہتی کی طرح سب عاجز ہیں۔ تو لائیں اسلام پر ایک سچا اور ہمارے عقائد کے مطابق اعتراض کر کے اسپر انعام مقرر کریں۔ اور ایک منصف غیر مذہب کا مقرر کر کے دیکھیں۔ کہ کیسے انعام حاصل کیا جا سکتا ہے۔ یہ اسلامیوں ہی کا خاصہ ہے۔ کہ انعامی پر انعامی مضامین نکال رہے ہیں۔ اور سچائی کو ظاہر کر رہے ہیں۔ جھوٹے فریبی اور متعصب میں یہ جگر و دل کہاں۔

رہا دیانندی کا یہ کہنا۔ کہ سوہدردی کا انوار الاسلام میں حصہ ہے۔ یا مضامین کا عوضانہ لیتا ہے۔ ورنہ بے لاگ معترض کے لئے ایسا لکھنا کوئی سبب نہیں رکھتا۔ سوالا جی گھبرائے نہیں۔ نہ ہم حصہ دار ہیں۔ اور نہ کسی سے عوضانہ کے روادار ہیں۔ خدا نے اپنی عنائیت سے بہت کچھ دے رکھا ہے۔ ہاں صرف مسلمان ہونے کے حصہ دار ہیں۔ اور نہ صرف انوار الاسلام کے۔ بلکہ کل اسلامی اخبارات و رسالہ جات مثل التدبیر ضیاءالاسلام امرتسر تک کے۔ اور پھر خاص بات یہ ہے۔ کہ اشاعت اسلام کے سیر میں۔ آپ کے بیجا اعتراضوں کا جواب دینا ہمارا فرض ہے۔ اور یہی فرض ہے۔ جو ہمیں اپنی گرہ سے سب اسلامی رسالوں۔ اخباروں کی قیمت مقررہ ادا کرنے کے باوجود محصول ڈاک مضامین وغیرہ خرچ کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ آجتک ہم نے انوار الاسلام یا کسی دوسرے اسلامی رسالے کو بلاقیمت نہیں لیا۔ بلکہ ہر ایک کی پیشگی قیمت ادا کرتے ہیں۔ جس کے لئے ڈاکخانہ شاہد ہے۔ اس لئے آپ تسلی رکھیں کہ یہاں سب کچھ بلاغرض ہے۔ اسی لئے ایسی تحریریں آپ کے دل میں بہت چبھتی ہیں۔

عجیب چال

دیانندی اپنی لغو تحریروں کی طرف تو توجہ نہیں کرتے۔ اور انکو اپنی آنکھ کا شہتیر

نظر نہیں آتا۔ مگر دوسروں کا تنکا بھی پہاڑ نظر آتا ہے۔ دیانندیوں کی جتنی
تحریریں دیکھئے۔ ان میں مطلب کی کوئی دلیل نہ ہوگی۔ ان کے لغو دعاوی کی
بنا دو ایک بےجڑ مثالوں پر ہوگی۔ اور بس اسی پر دو ورقی ختم۔ اس عنوان کے تحت
میں دیانندی صاحب نے بڑا فخر کیا ہے۔ کہ ہم عدالت میں نہیں جاتے۔ مگر
مخالفین دیانندی سماج عدالت میں جاتے ہیں۔ لالہ صاحبان کی یہ تحریر دیکھکر
مجھے ہنسی آتی ہے۔ کہ وہ اپنے گریبان میں منہ ڈال کر نہیں دیکھتے۔ کہ عدالت
میں جاکر نیوگ کا پردہ ہی فاش کرائیں گے۔ یا باپ بیٹی کے ویدک اشعار
سے کئی قلعی کھلائیں گے۔ کونسی معقول وجہ ہے آپ عدالت میں جا سکتے ہیں لیشیا
کی ہی ایک عدالت کے فیصلہ کا سب دیانندیوں کو پڑھ لینا کافی ہے جس
میں نیوگ کی عدالتی تشریح کی جا چکی ہے۔ بھلا لالہ جی سے کوئی پوچھے تو
سہی کہ کوئی صاحب ماشاءاللہ با عزت آدمی ہیں۔ اور شریف و نجیب ہونیکا
دعوے رکھتے ہیں۔ اگر کوئی بدمعاش سر بازار عوام میں خدانخواستہ
ان کی بےعزتی کرے۔ اور انکو گالیاں دے تو کیا ان کی حمیت انکو ایسے
بدمعاش کو سزا دلائے بغیر چھوڑنا گوارا کرے گی۔ اور یہ کونسا انصاف
ہے۔ کہ وہ شریف عدالت میں ایسے امر کی چارہ جوئی سے روکا جاوے۔
کسی مسلمان نے اگر عدالتی چارہ جوئی کی ہو۔ تو اس میں کونسی عقلی قباحت
لازم آتی ہے۔ جب کہ عوام لالہ صاحبان کی طرز تحریر و تقریر سے کما حقہ
واقف ہیں۔ ہم کونسے پرانوں کے حوالے دے دے کر دیانندیوں پر اعتراض
کرتے ہیں۔ کہ وہ عوام مسلمانوں کی طرح دیالبس کتب کے حوالوں سے ہم پر
اعتراض کرسکیں۔ جائے شرم ہے۔ کہ ہم دیانندی تصانیف سے باہر قدم
نہ رکھیں۔ مگر دیانندی لالہ ہم پر ردی سے ردی کتاب کے حوالے دے۔ کہ

اعتراضات قایم کریں۔ حیف ہے ایسی دیانندی سچائی پر

دیانندیوں کی طرز تحریر

اس عنوان میں دیانندی نے سخت جھوٹ بولا ہے۔ وہ لکھتا ہے۔ کہ دیانندیوں کی تحریر ہمیشہ جوابی ہوا کرتی ہیں۔ مگر ہم یہ ظاہر کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کہ یہ ایسا سفید جھوٹ ہے۔ جس کی کوئی حد نہیں۔ لالہ دیانند نے ستیارتھ کے آخری باب میں ہماری یا عیسائیوں یا ہندوؤں وغیرہ کی کونسی کتب کے جواب میں لکھے ہیں۔ اور لالہ درشنانند نے اپنے ٹریکٹ ہماری کس تحریر کے جواب میں لکھے ہیں۔ اسی طرح میں درجنوں کتب پیش کرسکتا ہوں۔ جو ہماری کسی تحریر کا جواب نہیں بلکہ غلط اور لغو اعتراضات سے پر ہیں۔ سب سے پہل کرنے والا دیانندیوں کا گرو بابا دیانند اس طرز تحریر کا موجد ہے۔ ایسے نور سے بھرے ہوئے ہردے نے نیوگ کے مسئلہ کو طشت از بام کردیا۔ جس سے ہندو لاحول پڑھتے نظر آرہے ہیں۔ پان چبانا۔ دوشالے اوڑھنا۔ مرغن کھانے کھانا۔ طلائی پلنگوں پر سونا سنیاسیوں کے کام ہیں۔ سوائے اپنے اسنے کسی ایک بزرگ کی نسبت بھی کوئی کلمہ خیر کہا ہے تو لایئے ستیارتھ پرکاش سے ثابت کیجئے ورنہ ایسی تعلی کی باتوں کو سماج کیلئے رہنے دیجئے۔

محض سماج میں نام لکھانے سے دیانندی کو توسرخاب کا پر لگ جاوے۔ اور دوسری اقوام کے بزرگ اور عالمان باعمل بدزبانی کے لائق سمجھے جاویں جو سچائی دیانند نے ظاہر کی تھی۔ افسوس کہ اس کے چیلوں نے اسپر خاک ڈالدی۔ اور جو مسائل درباره گائے کی گوشخوری۔ وایمی کتی وغیرہ وغیرہ دیانند نے اپنی قلم سے لکھے تھے۔ ان کو دیانندیوں نے پس پشت ڈالدیا۔

اور ایک نئی ستیارتھ پرکاش گھڑ کے اس ناکردہ گناہ کے ذمہ لگا دی - ۴۵ سال کے اندر اندر ہی انکے ہاتھ کے لکھے ہوئے مسودے گم کر دئے - گو موجودہ تحریف شدہ ستیارتھ کے کئی اڈیشن طبع ہو کر نکل چکے ہیں - مگر لالہ درشنانند ابھی تک اخباروں میں اشتہار دے رہے ہیں - کہ ابھی تک ستیارتھ میں چھاپنے والوں کی بہت غلطیاں ہیں - انکی درستی کا معاملہ جلسہ عام میں پیش ہو کر نئے سرے سے چھپائی جاوے - گویا پرتنی ندی سبھا پنجاب کی ساری کارروائی پر پانی پھیر دیا جاوے - اور مستند کتاب کو غیر مستند قرار دیا جاوے - معلوم ہوتا ہے کسی نئے مسئلے کے اندراج کی ضرورت محسوس ہوئی ہے - یا بعض مسائل پر اعتراض ہو چکے ہیں - انکو نکالنے کی صلاح ہے - اسپر ایک صلاح ہم بھی دیئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ نیوگ کا سارا باب چھاپنے والوں کی غلطی سے درج کتاب ہو رہا ہے - اسے جلسہ کرکے نکالدینا ضروری ہے - لالہ صاحب نے سورہ الہب پر اعتراض بھی کر دیا ہے مگر اس کا ترجمہ بھی شرمندگی کے باعث نہیں درج کر سکے - لالہ جی کو شرم نہ کرنی چاہئے - اور پبلک کو پورا پورا حوالہ دینا لازمی ہے -

مشورہ

لالہ جی ہمیں بھی ایک مشورہ دیتے ہیں - وہ یہ ہے کہ ہم ترتیب وار اپنے اعتراضات کو دوبارہ لالہ جی کے سامنے پیش کریں - گویا پہلے لالہ جی جواب خرگوش میں پڑے ہوئے تھے - اب خمار اترا ہے ہماری تحریر تو جیسی ہے سو ہے - مگر اب آپ کی باری آئی ہے - بسم اللہ کیجئے - اور انوار الاسلام کے پچھلے سال کے فائل دیکھکر ہمیں شروع سے جواب دینا شروع کیجئے - انعامی مضامین کا انعام لیجئے - اور باقیوں کا جواب الجواب لیجئے - مگر جواب دینے سے پہلے اپنا پہلو بھی ہمیں سمجھاتے جائے

کہ اول یہ کہ آپکا تعلق کس پارٹی سے ہے۔ کلچرڈ سے یا مہاتما سے (گھاس یا ماس سے)۔

(۲) سماج کی تصانیف کی آپ کے نزدیک کیا قدر و منزلت ہے۔ اور اپنی پارٹی کی کن کن تصانیف سے آپ کو اتفاق ہے۔ اور کن سے نہیں (۳) پراچین گرنتھوں کے جو تراجم لالہ درشنانند یا دوسرے دیانندیوں نے کئے ہیں۔ وہ سچے ہیں یا نہیں؛

(۴) وید منتروں کے ترجمے جو دیانندی عالموں نے کئے ہیں۔ انکو آپ سچا مانتے ہیں۔ یا نہیں

(۵) سماج کی کسی ایسی اردو تصنیف کا نام تحریر کریں۔ جسے آپ قابل وقعت سمجھتے ہوں اور جو اصل منشا مصنف کا ظاہر کرتی ہو۔

(۶) لالہ دیانند کی کتب کے ترجمے جو اردو میں ہوئے ہیں وہ قابل اعتبار ہیں۔ یا نہ

(۷) لالہ دیانند کی تصانیف وید کے مطابق ہیں یا نہیں۔ اگر کوئی مسئلہ خلاف وید ہے۔ تو اسکو ظاہر کردیں۔ تاکہ اسپر نادانستہ اعتراض نہ کیا جاوے۔

(۸) منوسمرتی کے جتنے شلوک آپ تحریف شدہ مانتے ہیں۔ آپکی تشریح کر دیں۔ کہ فلاں ادھیائے میں فلاں فلاں نمبر کا شلوک محرف ہے۔

(۹) تاریخ کی کونسی کتاب آپ معتبر سمجھتے ہیں۔ جس سے پراچین رشیوں کا طرز عمل معلوم ہوتا ہو۔

(۱۰) مدعا یہ کہ مسافر میگزین کے مقولہ "تصنیف کو سماج کی لیجاؤ ہر طرف۔ ہو کاش وید پاک کا پہنچاؤ ہر طرف" کے تحت میں جو تصانیف سماج آسکتی ہیں انکی تشریح کردیں۔ آریہ مسافر میگزین کے گذشتہ نمبروں کے مضامین جواب میں قابل قبول ہونگے یا نہیں۔ اگر نہیں تو کیوں۔ کیا وہ وید کے عقیدے کے خلاف پرچار کرتے ہیں۔ کلیات آریہ مسافر کی نسبت کیا رائے ہے۔

یہ دس نمبر اسلئے پیش کئے ہیں۔ کہ چونکہ دیانندی بہت اچھلتے کودتے ہیں۔ اور دعوے کرتے ہیں۔ کہ وہ سچ کے پیرو ہیں۔ اس لئے ہم چاہتے ہیں۔ کہ ہماری طرف سے کوئی

اعتراض ایسا نہ پیش ہو جاوے۔ جسے آپ نہ مانیں۔ اور کہدیں کہ فلاں کتاب ہم نہیں مانتے۔ ہم آپ سے صرف ایک بات کی عرض کریں گے۔ کہ ہمارا عقیدہ قرآن مجید اور احادیث صحیح جنپر عام مسلمانوں کا اتفاق ہو گیا ہے۔ ہیں تفسیر رازی وغیرہ معتبر تفاسیر قدیم مانتے ہیں۔ جو اسلام کے عقیدے کے خلاف نہ ہوں۔ رطب ویابس روایات و ہرکس وناکس کی تحریرات کے حوالوں کو ہم نہ مانینگے۔ جیسا دیانندیوں کا قاعدہ ہے۔ کہ اہل سنت پر اعتراض کرتے۔ اہل تشیع کے حوالے دیتے ہیں۔ گویا بعینہ ایسا جیسے ہم دیانندیوں پر اعتراض کرتے وقت براؤں کے حوالے دیں۔ گو ہر دو ویدی ہونے کا دعوے کرتے ہیں۔ اہل سنت کا جس مسئلہ میں اتفاق ہے۔ اسپر خوشی سے اعتراض کریں۔ مگر سب سے اول اپنا پہلو صاف کردیں تاکہ سچائی کا پورا پورا امتحان ہو جاوے۔

ورنہ بصورت عدم اطلاع ہم سماج کی سب تحریروں کو خواہ وہ کسی دیانندی رسالے میں ہوں یا اخبار میں۔ ترجمہ ہوں یا اصل۔ قابل قبول سمجھکر حجت پکڑینگے نہ صرف آپ بلکہ اپنے اور رلایق لالوں کو شامل کرلیں۔ اور ایک تحریری معرکہ کرکے دیکھ لیں۔ کہ آپ کے پراچین رشیوں کا کیا حال تھا۔ اور آپ کیا کر رہے ہیں۔

بڑی بھاری غلطی

شکر ہے۔ کہ لالہ دیانندی نے اس تحریر کے وقت دیانند کو وہ رتبہ نہیں دیا جو ایک سچے ہادی اور حلم ربانی کو دیا جا سکتا ہے۔ بلکہ اس کو اسی درجہ پر رکھا ہے۔ جس کا وہ مستحق تھا۔ یعنی ایک معمولی سنسکرت دان ویدی۔ مگر لالہ جی نے ایک بھاری غلطی یہ کردی کہ دیانندی سماج کو آریہ سماج قرار دیدیا۔

ورنہ ہم اور موجودہ دیانندیوں کے باپ دادے اور دوسرے ہندوستانی سماجیوں
دیانندی جانتے ہیں۔ اور نام نہاد سماج کے عقاید کو دیانند کے اختراع کردہ
تاویلی ڈہکوسلے جانتے ہیں۔ نہ وید کے مُنہ سے پردہ اُٹھ سکا۔ اور نہ تاقیامت
اٹھیگا۔ بیچارہ پہلے تک اسی جون میں منہ چھپائے ویدیوں کی بغلوں میں دبکا
رہے گا۔ اگر لالہ دیانندی اپنے گرو اور موجد پنتھ کو منزہ عن الخطا نہیں سمجھتا۔ تو
کیوں نہیں۔ وکی غلطیوں کو مان لیا جاتا۔ اپنی اس تحریر پر آپ کو شرم کرنی چاہیے
جو کہ آپ حسب ذیل لکھتے ہیں "سدھانتوں کو چھوڑکر باقی تحریبات جو رشی
کی مسلمانوں کے متعلق ہیں۔ وہ اس ہندی ترجموں پر منحصر ہیں۔ جو اُن تک پہنچے
اور اس لئے اُن تحریبات کی غلطی (اگر کوئی ہو) کا ذمہ وار نہ رشی ہے۔ نہ آریہ سماج
بلکہ اگر کوئی ذمہ وار ہے تو مترجم جن کا ترجمہ غلط ثابت ہو" اس کے مقابلے پر
ہم کہ سکتے ہیں کہ سماج کے جن مستند اردو ترجموں پر ہم اعتراض کریں۔ اُن اعتراضات
کی غلطی (اگر کوئی ہو) نہ میں ذمہ وار ہوں نہ مسلمان بلکہ اگر کوئی ذمہ وار ہے۔ تو
دیانندی سماج جس کا ترجمہ غلط ثابت ہو۔ امید ہے لالہ جی اس تحریر سے نہ بد کینگے
آپ لالہ دیانند کو اندھا دھند اور غیر معتبر ترجموں پر اٹل پٹو اعتراض کرنے کے
الزام سے بری نہیں کر سکتے۔ آپ کی یہ بھیا رہیں بہت کام دے گی

ضروری اطلاع

ناظرین غور کریں کہ لالہ دیانندی اپنی سماج کے مستند ترجموں کو بھی ماننے سے بھاگ
رہا ہے۔ اور دیانند کی اصل کتب یعنی موجودہ ہندی اڈیشنوں کی پناہ لینا چاہتا
ہے۔ مگر ہم اس کی خاطر یہاں تک کرنے کو تیار ہیں۔ کہ نہ ہم مستند اردو ترجمہ لیں۔
نہ آپ موجودہ منحرف ہندی ستیارتھ پرکاش لیں۔ بلکہ فریقین ستیارتھ پرکاش

کے وہی اڈیشن مستند سمجھ لیں۔ جو دیانند کی زندگی میں طبع ہوئے۔ اور اشاعت پاتے رہے۔ اول اڈیشن پھر انندیوں کی خاطر ہم معاف نہ کرینگے۔ مگر دوسرا اڈیشن قلم مستند گردانیں گے۔ لالہ جی موجودہ ہندی اڈیشن نہ لیں۔ ہم اردو ترجمے لیں گے بلکہ فیصلہ قدیم ستیارتھ پر رہے گا۔ اگر آپ موجودہ محرف اڈیشن قابل سند قرار دینگے تو ہم مستند ترجمے آپکی خاطر چھوڑنے رہے۔ جہانتک ہم سے ہوسکا ہم نے ہر طرح لالہ جی کو آسانی دے دی ہے نہ یہ انکی مرضی ہے۔ جو نسا پہلو اختیار کریں جس ڈھب پر وہ چلیں گے ہم موجود ہیں۔ یہ اچھے ویدیوں کے حالات معلوم کرنے کا عوام کو بہت شوق ہوگا۔ سو اسی طرح معلوم ہو جائیگا۔

پانی پتی دیانندی سے آخری التماس

لالہ جی جو کچھ آپ ہمارے مضامین پر خامہ فرسائی کرینگے۔ اسکی نسبت تو دیکھا جائیگا۔ انشاء اللہ باقاعدہ ہر پندرہ روز کو جواب انوارالاسلام میں دیکھ لیا کیجیے گا۔ مگر سب سے پہلے لالہ درشنانند سے تحریک کیجیے۔ کہ ستیارتھ پرکاش صـ ۲۵۶ مستند ترجمہ اڈیشن دوم پر لکھا ہے۔ کہ اکشواکو سے لیکر کورو پانڈو تک تمام کرہ زمین پر آریوں کا راج اور ویدوں کا تھوڑا تھوڑا پرچار آریہ ورت کے علاوہ دیگر ملکوں میں بھی رہا ۔ اسی کی تائید ستیارتھ صـ ۳۱۲ سے ہوتی ہے۔ کہ ابتدائے آفرینش سے لیکر پانچہزار برسوں سے پہلے زمانہ تک آریوں کا عالمگیر اور چکرورتی یعنی روئے زمین پر سب سے اوپر ایک ہی راج تھا۔ پھر صـ ۳۰۹ پر لکھا ہے۔ کہ اس زمانہ میں تمام کرہ زمین پر ایک ہی مذہب وید کا تھا۔ مگر ان حوالوں کے برخلاف دروغگو را حافظہ نباشد والی مثال کی سچائی ظاہر کرنے کے لئے ستیارتھ صـ ۲۳۱ پر لکھدیا۔ کہ فرنگستان کے کولمبس وغیرہ لوگ جبتک امریکہ میں بس گئے تھے۔ تب تک

وہ بھی ہزاروں بلکہ لاکھوں کروڑوں برسوں سے جاہل یعنی علم سے بے بہرہ تھے ۔ ناظرین دیکھ لیا آپ نے ویدیوں کا چکرورتی راج اور وید کے مذہب کی اشاعت ۔ جو سب دنیا پر پانچ ہزار سال پیشتر تک رہی ۔ اور اس کے پیرو ہزاروں لاکھوں ۔ بلکہ کروڑ دن سال سے جاہل تھے ۔ دیانند کی جغرافیہ دانی اور تاریخ دانی قابل قدر ہے ۔ اس پر بڑے بڑے بی ۔ اے ۔ ایم ۔ اے دیانندیوں کا واہ واہ کرنا سونے پر سہاگہ کا کام دے رہا ہے ۔ امید ہے پانی پتی دیانندی ایسے گپوڑوں کو ستیارتھ پرکاش سے نکالنے کی ضرور کوشش کریگا ۔ کیونکہ چھاپنے والے نے کتاب کا ستیاناس کر دیا ہے ۔ اور دیانند کی تاریخ دانی پر بٹہ لگا دیا ہے ۔ لالہ جی ہندی ستیارتھ پرکاش دیکھنے کی تکلیف گوارا نکرنا ۔ ورنہ چکرورتی راج کی خیر نہیں ۔ اور صرف کل دیش کی حکومت پر قناعت کرنی پڑے گی ؂

راقم سوہدروی

تنقیہ دماغ دیانندی

رد آریہ مسافر نومبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۲۱

ناظرین ۔ مبارک ہو کہ آج دیانندی صاحبان نے بھی انوار الاسلام کے کسی مضمون کی تردید میں قلم اٹھایا ہے ۔ ورنہ آجتک اس ہونہار اسلامی پرچے نے مخالفین کے وہ پرخچے اڑائے ہیں ۔ جسے وہ ساری عمر بھول نہیں سکتا ۔ دیانندیوں میں یہ سکت کہاں ۔ کہ معقول جواب دیں ۔ بلکہ ان کی مثال ایسی ہے ۔ جیسے ایک بچہ کسی دانا کا منہ چڑائے ۔ اور دل میں خوش ہو کہ میں نے بھی میدان مارا ہے ۔ آج ۶ ماہ بعد ایک لال پانی پتی صاحب خواب خرگوش سے بیدار ہو کر اپنے دماغ کے تنقیہ کرانے کے

در پے ہیں ۔ چونکہ ہمارا یہی فرض منصبی ہے۔ اسلئے ہم لالہ صاحب کا قرار واقعی علاج کئے دیتے ہیں۔ ہمارے نسخہ کا اثر کیسا ہے۔ اس کے بیان کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ ناظرین نے مان لیا ہے۔ کہ ہمارا علاج دیانندی بیماریوں کے لئے اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔ اور اسی لئے ہمارا ایک ایک نسخہ انعامی ہوا کرتا ہے۔ ہمارے لالہ صاحب کو چونکہ عارضہ دماغی ہے۔ اور وہ نہ صرف ایک روگ سے۔ بلکہ ایسی ہی اور کئی لاعلاج بیماریوں کے باعث پیدا ہوا ہے۔ اس لئے ہمیں اس کے تنقیہ کے لئے کئی انعامی نسخے استعمال کرنے پڑینگے۔ ناظرین ہمارے مجرب و انعامی نسخوں کا اثر دیکھیں۔ ذرا لالہ جی کے عارضے کے وجوہات اور ہمارا علاج ملاحظہ فرماویں۔

دیانندی (لالہ پانی پتی صاحب) آریوں کو! اور آپ آریہ کتابوں سے ناواقف بتلادیں۔ شری سوامی درشنانند جی ایسے نرم غذا نہیں۔ کہ آپ جیسے انکے منہ آویں۔ پہلے آپ ہم جیسوں سے تو نبٹئے۔ ؟

مسلمان: ۔ لالہ جی بیشک۔ دیانندیوں کو اور پھر آپ اور کرپارام جیسے دیانندیوں کو ہم آپ کی ہی کتب سے ناواقف ثابت کرینگے۔ گھبرائیے نہیں۔ ذرا آگے چلئے۔ آپ کو تو صرف دماغی عارضہ ہے۔ یہاں جنم کے بیمار صحت یاب ہو گئے ہیں۔ دو چار نسخوں میں آپ کی طبیعت سنبھل جائیگی۔

دیانندی۔ وہ زمانہ گذر گیا۔ جب خلیل خاں فاختہ اُڑایا کرتے تھے۔

مسلمان۔ میں بھی تو یہی کہتا ہوں۔ کہ وہ زمانہ گذر گیا۔ جب دیانندی اپنے کتب کو قفل میں بند کرکے دوسروں پر اعتراض کیا کرتے تھے۔ اب ان کی کتب براہین کا حال دنیا کو معلوم ہو گا۔ کہ اس گمراہی کے گڑھے میں کیا بھرا پڑا تھا۔

دیانندی۔ آپ کی شوخ تحریریں۔ اس سے زیادہ نہیں۔ کہ "نازت بکشم کہ نازنینی" کہکر چھوڑ دیا جاوے۔

مسلمان۔ لالہ جی کے لئے کوئی بہانہ بھی تو چاہئے۔ اتنا ہی کہنے سے آپ کی جان چھوٹ جاوے۔ تو آپ غنیمت جانیں۔ مگر یہاں وہ نشے نہیں جنہیں ترشی اتار دے۔ یہاں تو دیانندی علمیت کا زور خرچ کرنا پڑے گا۔

دیانندی۔ جہانتک یاد ہے پنجاب میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اور ہندوستان میں مولوی عبداللہ صاحب نے دیانندی پنتھ سے سب سے اول چھیڑ خوانی شروع کی۔

مسلمان۔ اس دیانندی گپ کے صدقے۔ جواب دیتے وقت ستیارتھ پر کاش شائید اگنی دیوتا کی نذر کر آئے ہو۔ کہاں دیانندی اور کہاں مولوی عبداللہ صاحب۔ انہوں نے ایک ایسے فرقے کی تردید کی۔ جس کی تردید میں ستیارتھ پر کاش کے کئی صفحے سیاہ ہوئے پڑے ہیں۔ اگر مولوی صاحب نے دیانندی پنتھ کی تردید کی۔ تو لالہ دیانند نے خود اپنے پنتھ کی کیوں تردید روا رکھی۔ اور کیوں اپنے ویدی بھائیوں کو صلے دے کی۔ صاف ظاہر ہے۔ کہ دیانندی پنتھ کوئی اور چیز ہے۔ اور جس پنتھ کی تردید مولوی صاحب نے کی۔ وہ کوئی شے ہے۔ جو دیانندیوں کے نزدیک بھی بُری ہے۔ شائید لالہ پانی پتی کو اپنے باپ دادا کی مکروہ بت پرستی کی حمیت کا دہیان آگیا ہے۔ جو کہ بعد از وقت ہے۔ پہلے ستیارتھ کو اگنی دیوتا کے حوالے کر کے حمایت کا نام لینا تھا۔ رہا مرزا صاحب کی بابت سو اس کا جواب نیچے لیجئے۔

دیانندی۔ دیانند نے دل آزاری کے طور پر کوئی لفظ استعمال نہیں کیا۔ یہ دوسری بات ہے۔ کہ اُن کی دلیل اور نکتہ چینی سے گھبرا کر آپ ہتک کی پناہ لیں۔ بہتر ہوتا آپ قرآن کی دعوت عام نہ کرتے۔ چونکہ آپ قرآن کی تعلیم عوام کو دیتے ہیں۔ اس لئے لازمی تہا۔ کہ اس کے ایک ایک لفظ کو دلیل کی کسوٹی پر کسا جاتا۔

مسلمان۔ چشم ما روشن دل ماشاد۔ مگر لالہ جی مرزا صاحب نے بھی تو کوئی لفظ

دل آزاری کے طور پر استعمال نہیں کیا۔ یہ دوسری بات ہے۔ کہ آپ دلائل اور جائیز نکتہ چینی سے گھبرا کر ہتک کی پناہ لیں۔ اگر آپ وید کی مشرکانہ تعلیم عام نہ کرتے۔ تو شاید کچھ نہ لکھا جاتا۔ مگر چونکہ آپ اس مشرکانہ تعلیم کو پھیلانے کے مدعی ہیں۔ اس لئے آپ کے لغو عقائد کی تردید لابدی و لازمی تھی۔ اور دیانندی ڈھکوسلوں کا یہ کھنا ضروری تھا جو رہا آپ کا یہ کہنا۔ کہ قرآن کا ایک ایک لفظ دلیل کی کسوٹی پر کسا جانا سو اس خرافات سے بڑھ کر کوئی نامعقول بات نہیں ہو سکتی۔ کیا ایک ایک لفظ پر کھنے کا حق اس جاہل مطلق کو پہنچتا ہے۔ جو اس زبان سے بھی محض لابلد ہو۔ جسمیں وہ کتاب ہو۔ ذرہ اپنا بیان کردہ اصل واقعہ در بارہ لیاقت دیانند مسافر میگزین ماہ اکتوبر ۱۹۲۶ء صہ۱۸ کالم ایک ملاحظہ کریں۔ جب ایک آدمی عربی زبان سے آپ کے قول کے مطابق محض ناواقف اور جاہل مطلق ہے۔ تو وہ اسکے ایک ایک لفظ کو کیسے پرکھ سکتا ہے۔ اگر آپ اپنے گرو کے نامعقول اعتراضات سے دستبرداری نہیں کر سکتے۔ تو ہمارے معقول اعتراضات کو رد کرنے کا۔ اور ہمیں یہ الزام دینے کا۔ کہ ہم سنسکرت سے ناواقفی کی حالت میں اعتراض کرتے ہیں۔ آپ کوئی حق نہیں رکھتے! آپ کی تائید میں کسی مسلمان عامل بالقرآن کا طرز عمل نہیں۔ حالانکہ اس کے خلاف ہم ہزارہا ویدیوں کا طرز عمل جنگی گودی میں وید بقول آپ کے پانچ ہزار سال پھلے پھولے اپنی تائید میں پیش کر سکتے ہیں۔ جو اپنے آپ کو عامل بالوید ہونے کا دعوے کرتے ہیں۔ اس کے خلاف اگر کوئی مسلمان تعزیہ پرستی یا گور پرستی کرتا ہو۔ تو وہ اپنی تائید میں قرآن پاک کو ہرگز ہرگز پیش نہیں کرتا۔ کیونکہ وہ ایسی تعلیم دینے سے پاک ہے:۔

دیانندی۔ ہمارا پانی پتی کی مصنفہ کتاب کا جواب لکھنا سرورق اور صہ۲ کے دوسرے فقرہ کے مطابق جھوٹ ہے:۔

عاجز۔ واہ رے لالہ۔ تیری سچائی کے قربان۔ آپکی تو وہی مثل ہوئی کہ خدا گنجے کو ناخن نہ دے ورنہ وہ اپنا ہی سر زخمی کر دیگا۔ لالہ جی ایک کتاب تو لکھ بیٹھے مگر دیانندی پنتھ کی حقیقت کو طشت ازبام کرا کے ہی چھوڑینگے۔

دیانندی۔ مذہبی باغی بچوں کی بجائے صرف باغی بچوں پڑھ لینا آپ جیسے مومنوں کا کام ہے۔

عاجز۔ لالہ جی اگر ہمیں مذہبی باغی بچے بناتے ہو۔ تو آپ کے باپ دادے کس لفظ کے مصداق ٹھیرے۔ اُنکے نزدیک تو آپ بھی اس بغاوت سے بچتے نظر نہیں آتے۔ اُن کے نزدیک جیسے ہم باغی۔ ویسے آپ باغی۔ بغاوت تو کجا ہی آپ تو اُنکو پوپ وغیرہ طعنہ آمیز الفاظ سے بھی یاد کرتے ہیں۔ کیا وہ آدمی جھوٹ سے بچ سکتا ہے جو ایک طرف تو اپنی کتاب میں لکھے کہ کسی اندھے کو اے اندھے لیکر پکارنا سچ تو ضرور ہے لیکن سخت کلامی کی باعث اوہرم ہے۔ (اپدیش منجری صفحہ ۳) اور دوسری طرف اپنی کتاب کا معتدبہ حصہ دوسروں پر سخت کلامی کرنے میں کہ دوسروں کے بزرگوں کو پوپ جاہل گنوار۔ وغیرہ سخت الفاظ سے مخاطب کرے۔ لالہ جی پڑھو اور غور کرو۔

دیانندی۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ اُن رشیوں کے نام یہی ہیں ان کے سوا اور کوئی نہیں وجہ بھی ظاہر ہے کہ دوسرا نام رکھے جانیکی کوئی بنیاد نہ تھی۔ نہ اُن کے کوئی ماں باپ تھے۔ کہ شروع میں وہ کوئی اور نام رکھتے اور بعد میں کسی خصوصیت سے کوئی اور نام رکھا جاتا۔

دیانندی۔ ناظرین دیانندی نے ہمارے اس اعتراض کا کہ دیانندیوں کا عقیدہ ہے کہ اگنی وایو انگرا اور آدتیا نام اصلی نہیں کیونکہ وید میں کسی شخص کا نام آنے سے وید کی انیشورکی طرفداری پائی جاتی ہے۔ جواب دیا ہے۔ اور ایسا نامعقول جواب ہے جسکی نظیر نہیں ملسکتی۔ اصل میں دیانندی نے برائے نام جواب لکھنے کی سعی کرکے دیانندیوں کو تسلی دی ہو ورنہ ان جوابات کی غیر معقولیت خود دیانندی پتی صاحب پر بخوبی آشکارا

ہے۔ لالہ جی یہاں یہہ نہیں چل سکیگا۔ کہ ایک جگہ آپ کوئی عقیدہ بیان کریں۔ اور دوسری جگہ پھدک کر علیحدہ ہو جائیں۔

ذرا کانوں سے روئی نکال کر اور آنکھوں میں بصیرت کی سلائی پھیر کر اپنے شری سوامی اور کیا اور کچھ لالہ کرپارام جگرانوی کا پرچہ نمبر ۳ مورخہ ۱۹ اگست ۱۹۳۰ء در مباحثہ دیکھیں آپ کا سنیاسی صاف طور پر مان رہا ہے کہ اگنی وایو انگرہ آدت یہہ نام وہی ہیں جیسے کلکٹر مجسٹریٹ وغیرہ۔ کہو لالہ جی کون وہم ہے۔ کیا یہی عقیدہ آپ کا ہے۔ در اصل آپنے گول مول جواب دیکر ٹالنا چاہا ہے۔ مگر یہاں آپ کے عقاید کا فوٹو تیار پڑا ہے آپ اول جلول لکھ کر پیچھا چھڑا چکے۔ فرمایئے کیا کلکٹر یا مجسٹریٹ کا اصلی نام یعنی ذاتی نام کچھہ نہیں ہوا کرتا۔ اگر ہوتا ہے تو لایئے مصنفان وید کے اصلی نام۔ ورنہ ایسی ردی کتاب کا نام نہ لیجیئے جسکے مصنف کا عہدہ معلوم نہ ہو اصل نام عنقا ہو وہم ہو۔ ایسے عقیدے پر لاحول پڑھیئے ہ

دیانندی۔ آج معلوم ہوا ہے کہ آپ کو ایک کے دس ہی سوجھتے ہیں۔ بجائے ادھیائے ایک ادھیائے دس تو پڑھ لیا مگر بجائے اشلوک ۳۴ کے اگر شلوک ۱۳ ہی پڑھ لیتے تو ہم آپکے لئے کسور عام کا ہی قاعدہ استعمال کرتے یعنی بجائے ادھیائے نمبر ۱ کے ½ لکھتے۔

عاجز۔ لالہ جی گھبرایئے نہیں۔ یہاں آپکی ساری ادھیاؤں کا پول ظاہر ہو چکا ہے۔ جو حوالہ آپ کی کتاب میں درج تھا اسی کی باعث لکھا گیا تھا مگر چونکہ آپ اس سے بد کتے ہیں ہم آپ کا دوسرا حوالہ پرکھ کر دکھاتے ہیں۔ ہمارا ماخذ منو سمرتی کا وہ ترجمہ ہے جو آپ کے شری سوامی وغیرہ کرپارام جگرانوی نے کیا ہے۔ لالہ جی ادھیائے دس میں کل ۱۳۱ شلوک ہیں نہ کہ ۳۰۰ جیسے دیکھنے کا آپ ہمیں اشارہ کرتے ہیں۔ البتہ ادھیائے اول شلوک ۳۴ میں مصنفان وید کا تذکرہ ہے مگر وہ بھی صرف تین کا۔ جو شاید صاحب ابھی برسے کی حالت میں تھے جب ہی جنم لیا ہوگا۔ آپکے شری سوامی کا ترجمہ یہہ ہے ۳۴ ۱ ہم بھگیو سے پورا

کرنے کیواسطے اگنی ۔ وایو ۔ آدی تا انگ ۔ ویو رشیوں کے دل میں وید کا پرکاش کیا"۔ اسی حوالہ کو دیانند نے ایڈیشن ہجری ص۲۴۴ وغیرہ دیگر کتب میں بھی درج کیا ہے ۔ آپ کا افسوس بیجا ہے کیونکہ اب ایسے آدمی سے آپکو برتنا پڑا ہے جو آپکی کتب سے بخوبی واقف ہے ۔

دیانندی ۔ ساتنا چاریہ کے حوالے سے یہہ مطلب نہ تھا کہ وہ انکا ہم عصر تھا ۔ بلکہ یہہ کہ اتنی صدیوں سے پہلے بھی یہی اعتقاد تھا ۔ جو آریہ سماج کا ہے ۔

عاجز ۔ چہ خوب ۔ آپکی خوش فہمی اور تیزی طبع کے صدقے اور قربان ۔ حضرت یہی بات آپ کے دوسرے ویدی بھائی کہتے ہیں کہ انکا وہی عقیدہ ہے جو ہزارہا سال پہلے ویدیوں کا تھا یعنی بت پرستی ۔ لنگ پرستی ۔ آتش پرستی ۔ آپ نے صدیوں پہلے کا حوالہ دیا مگر وہ ہزارہا سال پہلے کا حوالہ دیتے ہیں اسلئے آپ ہی فیصلہ کرلیں کہ جھوٹا کون ہے ۔ ساتنا چاریہ کا پورا عقیدہ شاید آپ کو معلوم نہیں ورنہ اس کا حوالہ نہ دیتے ۔ اس شیر دل نے ویدوں کی اصلی تعلیم کو عوام پر ظاہر کیا جسے دیانندی چھپاتے پھرتے ہیں ۔

دیانندی ۔ یہہ بالکل غلط ہے کہ شتپتھ برہمن راجہ جنک کے عہد کا بنایا ہوا ہے ۔ اگر دعوے ہے تو کوئی ثبوت دینا تھا حضرت برہمن گرنتھ تو برہما وغیرہ مہرشیوں کی بنائی ہوئی تفسیریں ہیں جو شری اگنی وغیرہ کے ہم عصر تھے انکی قدامت کا ثبوت اس سے زیادہ اور کیا ہوسکتا ہے کہ بعض پورانک اب تک انکو بھی وید ہی مان رہے ہیں ۔

عاجز ۔ ناظرین دیکھ لیا آپنے ۔ کیا ہمارا یہہ مقولہ کہ دیانندی اپنی کتب سے محض ناواقف ہیں اور پانی پتی پر پورا پورا صادق آتا ہے یا نہیں ۔ لالہ جی گھبرایئے نہیں ۔ ہم جھوٹے کے گھر تک پہونچنے والے ہیں اگر آپ ہمارے اس دعوے کو کہ شتپتھ برہمن راجہ جنک کے عہد میں بنایا گیا ہے جھوٹا ثابت کردیں اور اپنے دعوے قدامت کو کہ وہ اگنی وغیرہ کے ہم عصروں کا بنایا ہوا ہے سچا ثابت کردیں تو ڈیل پچاس روپیہ چہرہ شاہی آپکی نذر کیا جائیگا ۔ ہمارے ثبوت درباره تردید قدامت یہہ ہیں ۔ سگوید آدی بھاشیہ بھومکا صفحہ ۵

پرکھا کی تعریف دیانند نے لکھی ہے کہ گارگی تھا اُسے کہتے ہیں کہ جو سوال جواب کی صحت میں گفتگو ہو مثلاً شتہ پتھ برہمن میں یاگیہ ولکیہ اور جنک کی باہمی گفتگو اور گارگی میتری وغیرہ کے سوال جواب پائے جاتے ہیں"۔ اس حوالہ سے صاف ظاہر ہے کہ یہ کتاب جو یاگیہ ولکیہ کی تصنیف سے ہے جنک کے عہد میں یا اُسکے بعد لکھی گئی۔ مزید ثبوت دیکھنا ہو تو رسالہ بھارت کی شجاع و عالم استریوں کے کارنامے حصہ ہفتم دیکھو۔ لالہ جی اصل بات یہ ہے کہ آپ کیا جانیں کہ تواریخ کیا ہوتی ہے بھلا جسے ارب ہا سال کے ڈھکوسلے بنانے ہوں اُسکی نظر نزدیک کہاں ٹکے گی۔ اب اگر آپ پہلے سے ہی ہو کر جم لینگے تو ہماری تردید نہ کر سکینگے۔ برہمن گرنتھ و وید نہ اُس زمانہ کے جس میں بنائے جانے کا آپ دعوے باطل کرتے ہیں بنائے ہوئے ہیں نہ اُن کو تصنیف ہوئے اتنا عرصہ ہوا ہے۔ آپکی گپوں کی حد ہی زیادہ سے زیادہ آٹھ دس لاکھ سال تک پہونچتی ہے۔ لالہ جی خواب خرگوش سے اُٹھئے اور برہمنوں کو برہما جی وغیرہ کی تغاشیر ثابت کیجئے۔ یہی نہیں۔ بلکہ ایتریہ برہمن بھی جنک کے عہد میں لکھا گیا ہے جسے آپ کے بہت شاستر ہیں۔ وہ اسی زمانہ کو ہیں وید مل اور برہمنوں کو نہ اتنا عرصہ دراز ہوا اور نہ کوئی ثبوت آپ کے پاس ہے۔ صرف گپوں پر دیانندی پنتھ کی بنیاد ہے۔ بہتر ہے کہ آپ برہمنوں کے قدیم ثابت نہ ہونے پر اُن سے معافی لے لیں ورنہ اور مشکل میں پھنس جاؤ گے۔

دیانندی۔ اگر بقول آپکے شتھ پتھ لاکھوں سال کا ہی مان لیں تو کیا لاکھوں سال قیشتر کی تصدیق سے ہی آپکو شرم نہیں آتی۔

عاجز۔ شرم آپکو آئے یا نہ آئے اسکے ہم ذمہ وار نہیں مگر ہاں ارب ہا سالوں سے لاکھوں پر لا ڈالنا اور سیر ہزاروں تک ہی قناعت کرنا میں آپ کو بتا دونگا میں نے تو آپکا دعوے ارب ہا سالوں کا آپ کے لاکھوں والے قول کے مطابق توڑا ہے۔ اسے تو ذکر میں بتا دونگا کہ آپ صرف ہزاروں پر قانع ہو جائینگے۔ اگر بالفرض ہم لاکھوں سال کی گواہی

کو قبول بھی کریں تو اس سے پہلے پونے دو ارب سالوں کی گواہی کی غیر موجودگی میں ہم اسکا اعتبار نہیں کر سکتے۔ ممکن ہے کہ یہ اسکا اپنا ایجاد کردہ اختراع ہو جیسا دیانند نے اپنے ڈھکوسلوں کو وید کے گلے مڑھ دیا ہے۔

دیانندی۔ لیجئے سنئے تین ویدوں کے لئے معہ انکے ملہمان کے نام دیکھئے منوادھیائے اول شلوک ۲۳۔ اتھروید کیلئے دیکھئے ادھیائے ۱۱۔ شلوک ۳۳ جس میں صاف طور پر اتھروا اور انگرس دونوں لفظ موجود ہیں۔ کیوں شرمائے تو نہ ہوئے ہوگے۔

عاجز۔ ناظرین۔ دیکھا لالہ جی کا حوالہ۔ جسے پیش کرتے لالہ دیانندی ذرا نہیں شرمائے ان ہر دو کی اصل عبارت کا ترجمہ میں ذیل میں پیش کرتا ہوں۔

منوادھیائے اول شلوک ۲۳۔ پھر یگیہ کے پورا کرنے کے واسطے اگنی بایو آدی نامک دیوتشیوں کے دل میں وید کا پرکاش منوادھیائے گیارہ شلوک ۳۳۔ کیا۔ اتھرب وانگرارش نے جو ماران پریوگ کہا اسکو کرے اس میں کچھ بچار نہ کرے برہمن کی بانی ہی ہتھیار ہے اس سے دشمنوں کو مارے

(منوسمرتی ترجمہ درشنانند)

اب لالہ جی شرمانے کی جگہ نہیں رہی ڈوب مرنے کی جگہ ہے آپ کا شری سوامی درشنانند آپکی تردید کر رہا ہے اور اتھرب وانگرا کو دو رشیوں کے نام بیان کر رہا ہے نہ کہ کسی وید کا ذکر کر رہا ہے۔ پھر لطف یہ کہ تین ویدوں کے مصنفان کا نام پکار رکھے۔ گر بیچارے چوتھی کو پوچھے بھی نہیں۔ ایک شلوک نہیں بلکہ منوسمرتی کے کئی شلوک ہماری تائید میں ہیں مگر افسوس کہ آپ کے لاطائل دعوے کی تائید میں منو نے اپنی ساری کتاب میں ایکدفعہ بھی چاروں ویدوں کو یکجائی طور پر معہ انکے مصنفان کے نہیں لکھا۔ بلکہ بار بار اور کئی جگہ تین ویدوں کا نام لیتا چلا گیا ہے۔ منوسمرتی کے علاوہ شتپتھ برہمن کانڈ ۱۱۔ ادھیائے ۵ بھی ہماری تائید میں ہے وہ لکھتا ہے کہ ان سے جبکہ انپر الہام ہوا سہ گانہ

وید ظاہر ہوئے اگنی سے رگوید، وایو سے یجروید اور سوریہ (روی یا آدیتیہ) سے سام وید ظاہر ہوا۔ پھر لطف یہ ہے یجروید ادھیائے ۳۱ منتر ۷ اور یجروید ادھیائے ۳۴ منتر ۵ میں بھی تین ویدوں کا ذکر ہے۔ لالہ جی کی علمیت تو اتنی ہی ہے کہ گپوں سے کام چلانا چاہتے ہیں۔ لائیں جو ثبوت رکھتے ہیں۔ سوائے اس خاص وید یعنی اتھروید کے اور ویدوں یا سمرتی یا شتپتھ برہمن سے صاف طور پر چاروں ویدوں کا معہ مضمان کے یکجائی طور پر نام دکھائیں۔

دیانندی۔ ویدک علموں کے دو دو نام تھے صرف ایک ایک ہی نام تھا۔

عاجز۔ لالہ جی جھوٹ بولنے سے خوف کیجئے اور رشی دیانند سے پوچھئے۔ اسبارہ میں ہماری پہلی تحریر دیکھئے۔

دیانندی۔ ابھی جمعہ جمعہ آٹھ دن کی آپ کی پیدائش مگر دعوے اتنا بڑا۔ حضرت چار چار عورتوں بیشمار باندیوں اور ستر بہتر حوروں کے عاشق لنگوٹ بند سنیاسیوں کو خواہ کسی نگاہ سے دیکھیں۔

عاجز۔ لالہ جی آپ کا منہ تو ابھی پوتڑوں میں ہے بیچارے سنیاسی کو گذرے چار گھڑیاں نہیں ہوئیں کہ آپنے اسکی اصلی تعلیم مندرجہ ستیارتھ اڈیشن اول و دوم کو دریابرد کر دیا۔ رہے آپ کے دعوے وہ تو پرے سے ہی پہلے کی خبر لاتے ہیں اگر ناکامیاب رہتے ہیں تو نیوگ فلاسفی کے بیان کرنے میں۔ حلال کے مال میں جتنی زیادتی ہو مبارک ہے۔ مگر مال حرام کی ایک کوڑی کی تاک میں لگے رہنا بے غیرتی اور بدتمیزی سے خالی نہیں۔ سنیاسیوں کے کام اگر محض ڈنڈ پیلنا اور موٹے موٹے پلے ہوئے جسم غیر عورتوں کو دکھانے کے اور پان چبانے اور حقہ پینے نواڑ کے پلنگ توڑنے اور ریشمی کپڑے پہننے کے ہیں تو اس سنیاس سے دنیاداری اور باعزت زندگی بسر کرنی ہزار درجہ بہتر۔

دیانندی۔ قرآن توریت انجیل کی کہانیاں بیان کرتا ہے۔ ورنہ کیوں نہیں دو نہ کیوں نہیں آریہ ورت کے ایک واقعہ کا بھی ذکر کرتا۔ کہانیوں کی کتاب کے لئے تفاسیر کی ضرورت ہوئی اور وید جو علم کا ذخیرہ ہیں اُنکے لئے تفاسیر کی ضرورت نہ ہوئی۔

عاجز۔ لالہ جی عقل کے ناخن لیکر کچھ لکھا کرو۔ قرآن مجید میں کون سے یہ بھی کے قصے بھرے پڑے ہیں۔ اگر آپ کے باپ دادوں کی بُت پرستی کی ذلیل مثالیں میں بیان کرکے آپکو اس سے باز رہنے کی تاکید کروں تو یہ قصہ یا کہانی نہیں۔ یا اسکے خلاف اگر میں قدیم مسلمانوں کی دینداری کا حال بتاکر آپکو ویسا بننے کی تاکید کروں تو شائد آپ اسے کہانی سمجھیں۔ تو سمجھیں ایک عاقل تو اسے کہانی کہنے سے رہا۔ قرآن آریہ ورت کے بُت پرستوں کا کیا ذکر کرتا جبکہ خود اُسکے مخاطب ہی آریہ ورت کی مانند بُت پرست و مشرک تھے۔ آریہ ورت میں جو جو برائیاں رائج تھیں سب کی تردید قرآن مجید میں موجود ہے۔ اس سے زیادہ آپ کو کیا درکار ہے۔ ہاں اگر ویدیوں کی کسی اور بُرائی کی تردید کرنی قرآن مجید بھول گیا ہو تو اُس بُرائی کی تشریح کر دیں۔ ہم اسپر غور کرنے کو تیار ہیں۔ ویدوں کی بابت کیا عرض کروں۔ چھاپہ جرمن چھاپہ بمبئی سے نہیں ملتا۔ سکتوں کے سکت غائب ہیں اعتبار نہیں تو مقابلہ کرکے دیکھ لیجئے۔ وید میں جو علوم بھرے پڑے ہیں وہ نیوگ و باپ بیٹی کے ...... کے استعلاات کی مانند ہی ہوں گے۔ ورنہ ہم کو کوئی نیا علم وید کا نظر نہیں آیا۔ شائد فونوگراف وے تار برقی انگریزوں نے وید پڑھ کے ایجاد کر لی ہے۔ بہتر ہو کہ سب دیانندی ملکر ویدوں کے علوم پٹینٹ کرالیں تاکہ غیر قومیں وید کو جھوٹا ملنکر نے پائیں۔ اگر کوئی نئی ایجاد کا دعوے کرے تو اُسے جھٹ وید منتر پڑھ کر سنادیا جاوے کہ یہ ویدک پٹینٹ شدہ ہے۔

دیانندی۔ پڑھے نہ لکھے نام محمد فاضل۔ وید کا لفظ سمجھنے کی طاقت نہیں۔ مگر اندر سبھا کا نمونہ کہنے کو تیار۔

عاجز ۔ ہم لفظ سمہیں یا نہ سمجھیں آپ کے بڑے پنڈت ساٹنا چاریہ ۔ پنڈت مہیدا شلو
پنڈت بھی وہر تو وید کے مستند فاضل ہو گذرے ہیں اگر ہم انکے تراجم کو ناظرین کے
روبرو رکھیں تو یہہ بھی خلاف تہذیب ہو گا ۔ چہ جائیکہ اُسے مذہبی درجہ دیا جاوے
اگر آپ جیسے بھی وہر کے شاگرد سرسید کی تحریر کو سمجھنے کی لیاقت رکھتے تو وہ یہ
وصہ سے گمنامی کی حالت میں پڑا ہوتا ۔ مگر افسوس کہ آپ نہ سرسید کی تحریر سمجھ
سکتے ہیں نہ اُسے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں ۔ بلکہ گمراہی میں ڈانوا ڈول پڑے ہیں

باقی پھر (راقم سوہل دوی)

تثلیث اور توحید

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

یسوع کی عصمت پر دوسرے اعتراض

ایساہی یہودی آجتک یہہ بھی کہتے ہیں کہ یسوع مسیح کا ایک یہ بھی توریت کے
روسے گناہ تھا کہ اسنے ماں کی بے عزتی کی ۔ دیکھو متی باب ۱۲ ۔ ۴۸ ۔ وہ یہ بھی اسپر
الزام رکھتے ہیں کہ وہ عمداً ایک بیگناہ کی نقصان رسانی کا مرتکب بھی ہوا دیکھو متی
باب ۵ ۔ ۱۳ ۔ انکا یہہ بھی اعتراض ہے کہ اسوجہ سے بھی توریت اسکو گنہگار ٹھہراتی ہے
کہ اُسنے اپنے شاگردوں کو حرام کا مال کھانے سے منع نہ کیا ۔ دیکھو متی باب ۱۱ ۔ ۱
وہ بڑے دعوے اور اصرار سے اسلئے بھی اُسکو مجرم ٹھہراتے ہیں کہ اُس نے ایک بدکار
اور فاحشہ عورت کو موقع دیا کہ اُسکے بعض اعضا سے اپنے اعضا چھوئے اور اپنے
مال حرام کا عطر اسکے سر پر ملے ۔ دیکھو لوقا ۔ باب ۷ ۔ ۳۷ و ۳۸ ۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں
کہ توریت کے روسے نہایت سخت اور قابل نفرت اس سے یہ بھی گناہ ہوا کہ اسنے

خدا کی تحقیر کی اور اپنے تئیں اسکے برابر ٹھہرا کر اسکے نام کی بے عزت کی یسوع وہ اس حرکت سے نہ صرف گنہگار بلکہ کافر اور واجب القتل ہوگیا۔ دیکھو یوحنا باب ۵۔ ۱۸۔ ان کا ایک یہ بھی اعتراض ہے کہ مریم مگدلینی ایک عورت فاحشہ تھی کیونکہ یسوع نے اسکو آخیر تک اپنے پاس رکھا اور اپنے تئیں اسکی صحبت سے نہ بچایا۔ وہ لوگ اسکے گنہگار ہونے کا یہ بھی موجب ٹھہراتے ہیں کہ ان کا قول ہے کہ ایک مرتبہ یسوع کسی بیگانہ عورت پر عاشق ہوگیا تھا اور قوم اسرائیل میں اس گناہ کی یہانتک شہرت ہوئی کہ ایک بزرگ نے جو مسیح کا استاد بھی تھا اس سے وہ حرکت دیکھ کر اور سخت ناراض ہوکر ہمیشہ کیلئے اسکو اپنے سے علیحدہ کر دیا۔ دیکھو کتاب سیفر تولدتھ جیشو یہودی لوگ اپنی شرارت اور خباثت سے یہ بھی الزام پیش کرتے ہیں کہ یسوع مسیح کی ماں پاکدامن نہیں تھی یعنی حضرت مسیح کی پیدائش نعوذ باللہ ناجائز ہے اور یہ امر مسیح کے معصوم ہونیکے برخلاف ہے اسجگہ پادری صاحبوں کے لئے بڑی مشکل ہے کیونکہ جبکہ مان لیا گیا ہے کہ یسوع کی پیدائش اپنے باپ کی طرف سے نہیں تھی تو اس بات کا بار ثبوت عیسائیوں کے ذمہ ہے کہ روح القدس بھی عورتوں کو حاملہ کر دیا کرتا ہے۔ اور جب تک نظیروں کے ساتھ اسکا شافی ثبوت پیش نہ کیا جائے تب تک معترضین کا حق ہے کہ اعتراض کریں۔

ہندوؤں میں اس قسم کے افسانے بہت ہیں اور پرانوں میں اس قسم کے تذکرے پائے جاتے ہیں کہ بعض عورتوں کو چاند سے حمل ہوگیا تھا اور بعض کو سورج سے اور بعض کو اندر سے اور بعض کو کسی اور دیوتا سے لیکن وہ نظیریں بھی یقینی طور پر پیش کرنے کے لائق نہیں کیونکہ ہندوؤں میں نیوگ کی بھی رسم ہے جو مقدس مانی گئی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ انسانی فطرت کی حیا کے سبب سے

نیوگ کی اولاد کو ان اجرام کی طرف منسوب کر دیا ہوگا کیونکہ ہندوؤں کے نزدیک
نیوگ کی رسم ایک بڑی مقدس رسم ہے اور گو دوسری قومیں اپنی اجنبیت کی وجہ سے
اعتراض کریں مگر چونکہ یہ تمام کارروائی وید کے رو سے ہے اسلئے ایک سچا آریہ اس بات
سے کچھ بھی کراہت نہیں کرتا کہ کسی وقت اولاد کی ضرورت کی وجہ سے اپنی بیوی کو
دوسرے سے ہمبستر کرادے اور وہ بھاگوان اس طرح اجنبی مرد کے ذریعہ سے گیارہ تک
اولاد نرینہ لے سکتی ہے گو لڑکیاں حساب سے باہر ہیں گو بیس ہو جائیں۔ معلوم ہوتا ہے
کہ وید کے اوائل زمانہ میں نیوگ میں یہ شرط تھی کہ اس دھرم ریت کے بجالانیوالا کوئی
مقدس برہمن ہو اور استعارہ کے طور پر اُسی کو سورج یا چاند یا اندر یا اور کوئی آسمانی
دیوتا کہہ دیا کرتے تھے اور جاہلوں سے حقیقت کو چھپانے کیلئے قوم کے بزرگوں
میں یہ ایک اصلاح تھی مگر پھر بعد اسکے نیوگ کا مسئلہ بہت وسیع کیا گیا اور برہمن کے
لفظ میں بزرگ اور مقدس ہونے کی شرط نہ رہی بلکہ یہ لفظ عام قومیت پر اطلاق پا گیا
اور اب بغیر شرط اعمال کے ایک خاص قوم کے لوگوں کو جو شاید ان بزرگوں کی اولاد
میں برہمن کہا جاتا ہے اور اُن ہی سے نیوگ کی رسم کرائی جاتی ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے
کہ اس رسم کیلئے کسی دوسرے کو جو مضبوط جوان قابل حمل ٹھہرانے کے ہو انتخاب کیا جاتا
ہے۔ ہندوؤں میں نیوگ کی رسم بکثرت رہی ہے۔ اور اب بھی ہے۔ مگر یہ کارروائی بہت
پردہ سے اور احتیاط سے کیجاتی ہیں۔ غرض ہندوؤں کے خاندانوں کی ایسی نظیروں
میں کہ کوئی بچہ بغیر باپ کے پیدا ہو گیا بہت شبہ ہے اسلئے ہم ان سے جیسا کہ چاہئے
فائدہ نہیں اُٹھا سکتے اور یونانیوں میں بھی ایسے تذکرے ہیں مگر در اصل یونانی گویا
یوروپ کے ہندو ہیں پس کچھ شک نہیں کہ وہ بھی نیوگ کی رسم کو پوشیدہ رکھکر ایسے
بچوں کو دیوتاؤں کی طرف منسوب کرتے رہے ہیں یا یوں کہو کہ انہوں نے بھی مقدس
انسانوں کو دیوتا ہی سمجھ لیا تھا اور ہندوؤں میں تو اب تک یہ عام خیال کیا جاتا ہے کہ رشی

رکھی سب پرمیشر کے ہی مورت ہیں اسی وجہ سے بہت سی عورتیں جگن ناتھ یا کاشی جی کے مندروں میں کسی مقدس برہمن سے اولاد لینے کے لئے پڑی رہتی ہیں اور بعض جوگی جو بڑے مہاتما اور سدھ گویا پرمیشر کا روپ کہلاتے ہیں وہ اجتہیا یا کاشی یا جگن ناتھ جی کے جنگلوں میں کسی تالاب یا کسی بھاری سرسبز درخت کے نیچے پرمیشر کے دھیان میں بیٹھے رہتے ہیں اور تپ میں سخت درجہ پر محو ہوتے ہیں اور ایسی انقطاع کی حالت انپر طاری ہوتی ہے کہ سچ مچ ایشر ہی کے اوتار نظر آتے ہیں اور وہ بد قسمت ہندو جن کو اولاد کی کمی ہے وہ دید کی آگیا سے ان دھرم مورت رشیوں کی خدمت میں اپنی جوان عورتیں ہر طرح سے آراستہ کر کے بھیجدیتے ہیں اور کسی کو خبر بھی نہیں ہوتی کہ چند دن میں ہی وہ عورتیں حاملہ ہو کر گھروں میں آجاتی ہیں اور شاید رام جنی کا لفظ جو ہندو مذہب کے طوائف پر بولا جاتا ہے اسکی اصلیت بھی یہی ہے کہ ان مقدسوں کو رام یعنے پرمیشر سمجھا جاتا ہے اور اسطرح کی ذریت رام جنی کہلاتی ہے +

غرض جس بات کی ہم تلاش میں تھے یعنے یہ کہ بغیر باپ کے پیدا ہونا اسکی نظیر یقینی طور پر ہندؤں اور یونانیوں میں ہمیں نہیں ملسکی بلکہ اکثر یہ قصے استعاروں کے رنگ میں پائے گئے گو ممکن ہے کہ ایسا بھی ہو لیکن امکان ثبوت کے قائمقام نہیں ہوسکتا پھر جبکہ یہود اس قسم کی پیدایش کو مانتے نہیں اور عیسائیوں کے پاس اس قسم کے نظائر نہیں تو اس مسئلہ کے حل کرنے میں بڑی مشکلات کا سامنا ہے - چونکہ مخالف کی نظر حضرت مسیح جیسے نبی کی پاک فطرت پر دھبہ لگاتی ہے اور معصوم ہونے کے دعوے کو سرے سے اڑا دیتی ہے اسلئے میرے خیال میں پادری صاحبوں کا یہ فرض ہے کہ سب سے پہلے اس مشکل پیش آمدہ سے کوئی رہائی کی راہ نکالیں - اور یہ کہنا کہ مسیح خدا تھا اسکو باپ کی کیا حاجت تھی بیہودہ عوے پر دعوے ہے کیونکہ ابھی کہاں ثابت کیا گیا ہے کہ در حقیقت وہ خدا ہے کیا چند معمولی نشان جو محض قصوں کے رنگ میں پائے

جانتے ہیں اور ایسے خوارق العادات امور میں خود مسیح بھی شریک بھی ہیں ۔ اُن
قصوں سے خدائی ثابت ہو جائے گی ؟ یا سوا اسکے اگر فرض کے طور پر مان لیا
جاوے کہ مسیح چونکہ خدا تھا اسلئے وہ بغیر باپ کے پیدا ہو سکتا تھا تو ساتھ ہی
یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر باوجود خدا ہونے کے اسکو ماں کی حاجت کیوں
پڑی ۔ اور ایک منکر کہہ سکتا ہے کہ جبکہ مسیح بغیر ماں کے پیدا نہیں ہو سکا تو اس
سے قیاس کر سکتے ہیں کہ باپ بھی کہیں مخفی ہوگا اور چونکہ ہم کسی مخالف کا بغیر حجت
قوی کے مُنہ نہیں بند کر سکتے اسلئے اس سوال کا ہمارے پاس کیا جواب ہے
اگر کوئی یہہ کہے کہ کیوں جائز نہیں کہ اندر اور چاند کی اولاد کی طرح اسجگہ بھی
کوئی استعارہ ہی ہو اور صدیقہ کے حمل کیلئے کوئی مخفی صدیق ہو اور ایک عیسائی
کی طرف سے یہ جواب نیک نیتی سے نہیں ہو سکتا اور نہ بطور حجت صحیحہ کے قابل
استدلال کہ قرآن نے حضرت مسیح کی ولادت کو بے پدر مان لیا ہے کیونکہ جس
حالتمیں قرآن کی وحی اُنکے نزدیک خدا کی طرف سے نہیں ہے بلکہ نعوذ باللہ
انسانی افترا ہے تو کیا وہ انسانی افترا سے اپنی بات کو سرسبز کرنا چاہتے ہیں
پس قرآن کی شہادت اُن کو کچھ بھی فایدہ نہیں دے سکتی بجز اسکے کہ وہ قرآنی
وحی کو منجانب اللہ قبول کر لیں ۔

اس مشکل کے حل کرنے کیلئے مسلمانوں میں سے ایک فرقہ جو نیچریوں کے نام
سے مشہور ہیں اس خیال کو ظاہر کیا ہے کہ در حقیقت عیسیٰ علیہ السلام اپنے باپ
یوسف کے نطفہ سے تھے لیکن یہ خیال عقل اور نقل دونوں کے مخالف ہے ۔
کیونکہ اگر صرف اتنی ہی بات تھی کہ حضرت مسیح بھی اپنے چار اور بھائیوں کی
طرح یوسف کے نطفہ سے پیدا ہوئے تھے تو عقل قبول نہیں کر سکتی کہ جو شور قیامت
حضرت مریم کے سر پر یہودیوں نے مچایا جسکو قرآن شریف نے آیت وما کانت

امت بعضا میں بیان فرمایا ہے وہ ایسی معمولی اور جائز پیدائش میں مجایا جاتا اور نقل ہے اسلئے یہ خیال مخالف ہے کہ قرآن کی نص صریح سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مریم ابھی پیٹ میں ہی تھیں کہ اُن کی والدہ نے اپنے یہ نذر مان لی تھی کہ اس نے اپنے پیٹ کے بچے کو ہیکل یعنی خانہ خدا کی خدمت کے لئے تمام عمر تک وقف کر دیا ہے اور عہد کر لیا ہے کہ وہ بچہ جو پیٹ میں ہے ہمیشہ کے لئے دنیا کے تعلقات اور نیز تعلق بیوی یا میاں سے دست بردار رہیگا تو اس صورت میں کیونکر ممکن تھا کہ برخلاف عہد کے مریم صدیقہ کا ناطہ کسی شخص سے کیا جاتا بلکہ وہ پیدا ہونے پر نذر کے موافق ہیکل کے بزرگوں کے سپرد ہو چکی تھی اور ماں باپ قطعاً اس سے دست بردار ہو گئے تھے جیسا کہ آیت وکفلها زکریا سے ظاہر ہے یعنی بعد اسکے کہ وہ لڑکی ماں باپ نے ہیکل کے بزرگوں کے حوالہ کر دی زکریا نبی اسکی پرورش کا متکفل ہو گیا۔ اور یہودیوں میں یہ قدیم رواج تھا کہ اس طرح پر ہیکل کی خدمت کے لئے راہبانہ زندگی بسر کرنے والے لڑکے اور لڑکیاں ماں باپ کی نذر مقرر کرنے سے مقرر ہو جاتی تھیں۔ اسی قصہ کو قرآن شریف کی یہ دو آیتیں تصریح سے بیان کرتی ہیں اور وہ یہ ہیں:-

اذ قالت امرأة عمران رب انی نذرت لك ما فی بطنی محررا فتقبل منی انك انت السمیع العلیم۔ دیکھو سورۃ آل عمران۔ یعنی وہ وقت یاد کر جبکہ عمران کی بی بی نے جناب الٰہی میں عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میرے پیٹ میں جو بچہ ہے اسکو میں تعلقات زوجیت اور دوسرے کاروبار دنیا سے آزاد رکھ کر تیری نذر کرتی ہوں پس میری نظر قبول کر تو سمیع علیم ہے۔ اس آیت میں دو لفظ قابل یادداشت ہیں ایک نذر اور دوسرے محرر۔ نذر کا لفظ اس چیز پر بولا جاتا ہے جسکو انسان اپنے دل میں کسی خاص شخص کے لئے مخصوص کر لیتا ہے اور محرر کا لفظ

اسکی تاکید میں ہے جس سے یہ مطلب ہے کہ کسی طرح سے غیر کو اس میں اشتراک نہیں ہوگا یہانتک کہ والدین بھی ایسے بچہ سے اپنی اطاعت نہیں چاہتے اور نہ کسی اور کی قید اطاعت میں اسکو لاسکتے ہیں پس ان آیات سے صاف ثابت ہے کہ مریم کو نذر کے طور پر ہیکل کی خدمت کے لئے تارک بنایا گیا تھا اور چونکہ توریت میں حکم ہے کہ اپنی نذروں اور قسموں کو پورا کرو اسلئے والدین کا اختیار نہ تھا کہ وہ اپنی نذر کو توڑکر مریم کا کسی سے ناطہ کر دیتے لہذا یہ خیال کہ مریم کا یوسف سے ناطہ ہوگیا تھا اور اُسکے بعد یوسف سے حمل ہوگیا نہایت جاہلانہ خیال اور نص صریح قرآن کے مخالف ہے۔ اور انجیل بھی اس خیال کی تکذیب کرتی ہے کیونکہ وہ انجیلیں جو حال میں لنڈن میں چھپی ہیں جو ان چار انجیلوں کے علاوہ ہیں اُن میں بھی یہہ نذر کا قصہ موجود ہے جو قرآن شریف سے مطابقت رکھتا ہے بلکہ اُن میں تو لکھا ہے کہ نہ صرف ماں نے یہ نذر مانی تھی بلکہ مریم کے باپ نے بھی نذر مانی تھی اور خود مریم نے بھی بالغ ہوکر نئے سرے اپنے اقرار و عہد سے اس نذر کی تجدید کی تھی یعنے خدا کے آگے عہد کیا تھا کہ وہ مرتے دم تک خاوند نہیں کرے گی۔ اب اسجگہ طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ باوجود اس موکد عہد اور نذر کے کہ مریم کے باپ اور ماں اور خود مریم کی طرف سے تھا کیوں مریم نے خاوند کر لیا اور توریت کے حکم کو توڑ دیا۔

اس سوال کا جواب کسی پادری صاحب نے صفائی سے نہیں دیا لیکن حال میں مجھے ایک فاضل یہودی کی کتاب ملی ہے جس نے صحیح طور پر اس عقدہ کو حل کر دیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اصل بات یہ ہے کہ مریم جب ہیکل کی خدمت کے لائق ہوئی تو کچھ مدت تو نیک نامی کے ساتھ خدمت میں مشغول رہی لیکن بالغ ہونے کے ساتھ ہی کسی نامعلوم طریق سے اسکو حمل ہوگیا اور اُسپر شبہات پیدا ہوئے

درہیودیوں نے ایک رومی سپاہی پر یہ الزام لگایا۔ بہرحال جب وہ حاملہ پائی گئی وہیکل کے منتظم بزرگوں کو یہ امر بہت شاق گذرا اور اُنھوں نے اس حمل کے بعد مریم کو ہیکل کی خدمت پر رکھنا نامناسب تصور کیا اسلئے اُنھوں نے کوشش کرکے ایک بوڑھا آدمی بنی اسرائیل میں سے تلاش کیا جس کا نام یوسف تھا اور اسکو مجبور کیا کہ مریم کو اپنے نکاح میں لاوے وہ شخص بوڑھا بھی تھا اور وجہ معاش بھی نہایت قلیل تھی یعنی بڑھئی تھا اور اُسکے گھر میں اُسکی جورو بھی زندہ موجود تھی ان مشکلات کے سبب سے مریم کے جورو بنانے سے اس نے انکار کیا۔ اور بزرگوں کی خدمت میں بادب عرض کی کہ میں بوڑھا ہوں اور میرے گھر میں ایک بیوی موجود ہے اور بچے بھی ہیں اسلئے مجھے اس نکاح سے معاف رکھا جائے مگر بزرگوں نے بہت اصرار کرکے بسرعت تمام مریم کا اس سے نکاح کرادیا اور مریم کو ہیکل سے رخصت کردیا تاکہ خدا کے مقدس گھر پر نکتہ چینیاں نہ ہوں پھر کچھ تھوڑے دنوں کے بعد ہی وہ لڑکا پیدا ہوگیا۔ جس کا نام یسوع رکھا گیا۔ آج تک یہود اسبات کو نہیں مانتے کہ وہ لڑکا معجزہ کے طور پر پیدا ہوا تھا۔ غرض اس یہودی فاضل کا بیان ہے جو ہمنے لکھا۔ اور اس بیان سے بخوبی سمجھ میں آسکتا ہے کہ کیوں ضرورت نکاح کی پڑی تھی اور اسکے مقابل پر جو انجیلوں میں یہ بیان ہے کہ گویا مریم صدیقہ کا معمولی طور پر جیساکہ دنیا جہان میں دستور ہے یوسف سے ناطہ ہوا تھا یہ بالکل دروغ اور بناوٹ ہے۔ بلکہ سچ بات یہی ہے کہ ہیکل کے منتظم بزرگوں نے ایک باکرہ عورت کے حمل کو دیکھکر اور دشمنوں کے اعتراض سے ڈرکر اور خاندان کی فضیحت سے اندیشہ کرکے پردہ پوشی کیلئے یہ تدبیر سوچی تھی اور ہرچند وہ جانتے تھے کہ ایسا نکاح توریت کے برخلاف ہے کیونکہ وہ عہد جو مریم کے تارک رکھنے میں خدا سے کیا تہا۔ وہ اس میں ٹوٹتا تھا۔

تاہم ننگ و ناموس کی مصلحت سے اور شماتت اعداء کے خوف سے ان کو اس
کام کیلئے سخت مجبور کر دیا تھا اور ہر چند اس حمل کو اس طرح پر پوشیدہ کیا گیا تھا
تاہم شریر یہودیوں نے جو اس خاندان کے دشمن تھے ناجائز طور پر شہرت دیدی
تھی چنانچہ آجتک انہی خیالات سے وہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے
نام کو جو یسوع ہے یسو بولتے ہیں یعنی بغیر عین کے اور یہ ایک ایسا گندہ لفظ ہے
جس کا ترجمہ کرنا ادب سے دور ہے اور میرے دل میں گزرتا ہے کہ قرآن شریف
نے جو حضرت مسیح علیہ السلام کا نام عیسیٰ رکھا وہ اسی مصلحت سے ہے کہ یسوع
کے نام کو یہودیوں نے بگاڑ دیا تھا اور ایسے بدخطابوں سے انکا یہ مطلب تھا
کہ تا اپنی جبلی شرارتوں سے حضرت مسیح اور انکی والدہ صدیقہ کے چال چلن پر
ناجائز حملہ کریں اور ان کو عصمت اور طہارت سے محروم قرار دیں پس جس
نہایت مکروہ صورت پر حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ پر بہتان لگائے گئے
اور انکی عیب شماری کی گئی اسکی نظیر دوسرے تمام نبیوں میں نہیں پائی جاتی
حضرت مریم صدیقہ اور انکے سعید لڑکے کو ایسے بہتانوں سے جو کچھ دل پر صدمہ
پہونچتا ہوگا اسکا اندازہ ہر ایک شریف کرسکتا ہے ۔

انہی بہتانوں کی وجہ سے یہود پر یہ پھٹکار پڑی کہ جو عیب وہ حضرت مریم اور
حضرت مسیح پر لگاتے تھے وہی عیب انکے مردوں اور عورتوں میں پھیل گئے کیونکہ
یہ سنت اللہ ہے کہ جو قوم کسی نبی پر کوئی عیب لگاتی ہے اس عیب میں خود گرفتار
ہو جاتی ہے مثلاً یورپ کے پادریوں اور انکے پیروؤں نے ہمارے نبی صلی اللہ
علیہ وسلم پر فسق و فجور کا عیب لگایا تھا آخر یہ لوگ جسقدر استیفاء لذات اور
ناجائز شہوات میں گرے اور جسقدر ایک گروہ کثیر یورپ کے مردوں اور عورتوں نے
کھلی کھلی حرامکاری کے نمونے دکھلائے دوسرے ملکوں میں ۔۔ باقی آئندہ

عجیب سنسنی خیز مضامین انگریزی طریقہ میں بہوتی چار چیزیں بلکہ مفت حاصل کرنے کے ۱۱ سے مفید تجویزیں

موت کا خوف

وایمان داری کا امتحان

برتاؤ سے امتحان سچائی و ایمانداری کا ہو سکتا ہے

سٹیل ٹرنک۔ کرکٹ بیٹ۔ فٹ بال۔ ریگولیٹر واچ۔ فل بوٹ چمڑا کانپوری۔ کانپوری ٹول کی قمیضیں چھاتا
خود بخود کھلنے والے۔ ٹسر کے صافے اور کشمیرے پشو وغیرہ نہایت نفیس عمدہ اور پائیدار نایاب

تجویز اول۔ آپ صرف ۴ر کو ہمارے کارخانہ سے ایک ٹکٹ خرید فرماویں اور اسپر اپنا نام و پتہ وغیرہ
خوشخط لکھکر ہمکو بھیجدیں پھر آپکو چار ٹکٹ ویسے ہی بمعہ ایک سارٹیفکیٹ انعام کا مستحق بنانیوالا بذریعہ قیمت
طلب پارسل ہماری جیب ارسال ہوگا۔ آپ ان چار ٹکٹوں کو اپنے دوستوں کے پاس موازی چھ چھ آنہ فی ٹکٹ
فروخت کرکے اپنا عہ وصول کرلیویں اور انہی ٹکٹوں پر خریداروں کے نام و پتہ خوشخط لکھکر ہمارے پاس بھیجدیویں جبھی
کہ چار ٹکٹ معہ مبلغ تے روپیہ ہمارے پاس پہونچینگے۔ ہم آپکو ایک ۲۸ انچہ کا وعدہ شدہ ٹرنک قسم عمدہ معہ
ایک عمدہ آئینہ و نقاشی مرسید الی معہ مال یا فٹ بال [illegible] یا کرکٹ بیٹ آل کین کشمیری [illegible] یا ریگو
ریگولیٹر واچ معہ نفیس زنجیر چاندی و قطب نما [illegible] یا فل بوٹ کانپوری چمڑا [illegible] یا کانپوری ٹول کی قمیض عدد (۷) ایک
سٹ کرکٹ بیٹ [illegible] یا ایک صافہ ٹسری مانند ریشمی (۹) یا ایک عمدہ صوف پراگلی کوٹ و واسکٹ (۱۰) یا کشمیرے
پراگلی کوٹ و واسکٹ (۱۱) یا پشوری طلائی و ریشمی ٹوپی (۱۲) یا پشوری طلائی و ریشمی کُلا (۱۳) یا ایک پیتل کی
عمدہ گاگر (۱۴) یا ایک عمدہ چاندی کا گلاس (۱۵) یا ایک باجہ والی ٹائم پیس (۱۶) یا ایک عجیب قسم کا تھال (۱۷) یا ایک عمدہ
کمبل (۱۸) یا ایک عمدہ کرسی ان اٹھارہ چیزوں میں سے ایک چیز آپکی حسب خواہش بھیجا جاویگی۔ جسکے تین ٹکٹ
فروخت ہوں اُسکو ایک ۲۴ انچہ کا ٹرنک معہ ایک آئینہ و رومال یا کرکٹ بیٹ آل کین کشمیری [illegible] یا لگ گارڈ
[illegible] یا کانپوری ٹول کی قمیض تین عدد یا انگریزی پشو کانپوری چمڑا [illegible] طوفانی جیب گھڑی معہ زنجیر [illegible] یا ایک پشوری
طلائی و ریشمی ٹوپی درجہ دوم (۸) یا کُلا طلائی و ریشمی (۹) یا ایک بیت کا سوٹا چاندی کی شام والا [illegible] ان نو چیزوں
میں سے ایک چیز حسب خواہش آپکو بھیجا جاویگی۔ جسکے دو ہی ٹکٹ فروخت ہوں اسکو ایک خود بخود کھلنے والا

چھاتہ ورومال ۳ یا ایک انڈیپینڈنٹ قلم معہ ریشمی رومال ۳ یا ایک عدد ہاکی ۴ یا جیبی گھڑی (۵) یا ایک سونا بیت چاندی کی شام والا ۶۔ ان پانچ چیزوں میں سے ایک حسب خواہش دی جاویگی جس کا ایک ٹکٹ فروخت ہو اسکو ایک ریشمی رومال دیا جاویگا۔

نوٹ آپ مہربانی کرکے خریدار ٹکٹ کو ہدایت کردیں کہ ٹکٹ خرید شدہ کو ہمارے کارخانہ میں فوراً بھیج دیں یا آپ خود ان سے لیکر بھیج دلویں تاکہ ہم چار ٹکٹ معہ وی پی انہیں سے ہر ایک کے نام بھیج سکیں تاکہ وہ صاحب بھی ہماری اشیا مذکورہ بالا سے جلد فیضیاب ہو سکیں۔

کیوں صاحب فرمایئے چھ آنہ کی عوض میں کیسا معاوضہ ہے۔

جو صاحب قیمتاً منگوانا چاہیں تو نرخ و طول ذیل میں درج ہے بذریعہ قیمت طلب پارسل ارسال ہو سکتی ہیں۔

طول ۲۴-۱ انچہ ... صہ	۲۸-۱ انچہ سے ۱ر	۳۰-۱ انچہ ۱۸ر	۳۲-۱ انچہ ۱عہ ر

کشمیری پٹو وغیرہ

تجویز دوم۔ جناب من آپ ہمارے فرم سے ایک ٹکٹ قیمتی ۸ کا خرید فرماویں اور اوپر اپنا نام و پتہ لکھکر ہمارے پاس بھیجدیں پھر آپکو فرم سے ویسی چار ٹکٹ اور سارٹیفکٹ انعام کا مستحق بنانیوالا عہ روپے میں بذریعہ وی پی بھیجدینگے۔ آپ ان چاروں ٹکٹوں کو اپنے دوستوں میں فروخت کرکے انکو عا ہر وصول کرلیویں اور ان ٹکٹوں کی پشت پر ان خریدنیوالے دوستوں کا نام و پتہ لکھکر ہمارے کارخانہ میں واپس کردیں ہم ان خریداروں کے نام ہر ایک کو ویسی ہی چار چار ٹکٹ بذریعہ وی پی بھیجدینگے۔ اس صورت میں فرم کو مبلغ عہ روپے وصول ہو جاوینگے تب آپکو ایک نفیس گرم پٹو درجہ اول کا تھان جو ایک گرم سوٹ کے لئے کافی ہوگا۔ یا لسٹری ریشمی صافہ درجہ اول ان ہر دو اشیاء سے کوئی ایک مفت حسب خواہش خریدار دی جاویگی۔ اپنے ٹکٹوں میں سے تین ٹکٹ فروخت کرنے والے کو ایک پٹو درجہ دویم یا ایک لسٹری ریشمی صافہ درجہ دوم۔ یا ریشمی زنانہ دوپٹہ ان تینوں میں سے کوئی ایک حسب خواہش خریدار دیا جاویگا۔ جس کے دو ٹکٹ فروخت ہونگے اسکو نصف تھان

درجہ اول برائے گرم کوٹ یا ایک درجن جراب نفیس کوئی ایک حسب خواہش دی جاویگی اور جو شخص صرف ایک تختہ فروخت کر سکے گا اُسکو بھی ایک گرم ولایتی عمدہ بُنیان نذر کی جاویگی۔

کیوں صاحب ۸ ر کے عوض میں کیسا اعلیٰ وصنعہ پایا۔

بوجہ عدم گنجائش صرف چند سارٹیفکیٹ درج کئے جاتے ہیں

بابو ارجن سنگھ صاحب تسلیم جو یہاں آپسے مال حاصل کیا ہے بلحاظ قیمت کے سب عمدہ اور قابل تعریف ہیں اور آپکا کام نہایت ایمانداری پر ہے۔ میں ہمیشہ آپکے کارخانہ کی ترقی میں کوشاں رہونگا۔ موہن رام ہیڈ ماسٹر کوہٹہ۔

بابو ارجن سنگھ صاحب تسلیم آپ نہایت درجہ کی دیانتداری اور نیک نیتی سے کام کر رہے ہیں اور آپکا اسباب بےنظیر اور قابل صفت ہے۔ سید عزیز احمد سکول ماسٹر سمرار ریاست گوالیار۔

بابو ارجن سنگھ صاحب تسلیم آپ دیانتداری اور مال کی عمدگی کی حالت میں یہہ صفت موصوف ہیں۔ سید کبیر شاہ ضلعدار جہلم ... میں نے آپکی ٹرنک کو دیکھا نہایت پختہ اور بیسٹ سٹیل مانند ولایتی کے پایا۔ راقم گورکھ سنگھ ڈویژنل آفیسر گارڈ ڈروڈہ اودھم پور .... ٹرنک آپکے کارخانہ کی ساختہ ہمارے پاس اور ہماری پلٹن کے سرداروں اور سپاہیوں کے پاس پہونچے نہایت عمدہ اور قابل تعریف ہیں جنکو دیکھکر تمام فوج پسند کرتی ہے۔ راقم صوبیدار شام سنگھ پلٹن ۳۱ راولپنڈی آپکے کارخانہ کا ٹرنک جو میں نے منگوایا ہے نہایت عمدہ ہے۔ راقم جے۔ ایچ فلون سٹیشن ماسٹر جنکشن وزیر آباد۔ آپکے ٹرنک و دیگر اسباب میں نے منگوایا ہے قابل تعریف ہے اور ہمارے محکمہ کے کلرک پسند کرتے ہیں۔ راقم نگر سنگھ کلرک سب ...

آپکے ٹرنک قابل تعریف ہیں۔ راقم محمد الدین ایڈیٹر پنجہ فولاد ـ لاہور۔

نوٹ۔ ہمارے کارخانہ کی مختلف سپورٹس وغیرہ کی تختہ چھ آنے کے اور پھو وغیرہ کے تختہ ۸ ر کے ہیں (نوٹ) اسواسطے کر دیا ...

بصارت کو تیز کرنے والا۔ رنگ رخسار کا صاف کنندہ۔ نسیان کو مٹانے والا کلف اور بہق کو دور کرتا ہے۔ سردی گردوں کا دور کرنے والا۔ ربو سے کہ ضیق کا ایک قسم ہی نجات بخشنے والا۔ محرک جماع اور منی زیادہ پیدا کرتا ہے۔ زیادہ کرنے والا شوق زنان۔ زہر کو دفع کرنیوالا اور غم کو دفع کرنیوالا۔ قایم مقام تریاق فاروق ہے گرمی اور سردی میں اسکا استعمال بخوشی ہو سکتا ہے۔ قیمت فی شیشی عہ۔ فی بوتل للعہ۔

دواء الکبریت۔ تنگی دم اور کھانسی بلغمی کو مفید اور اُس ریم (پیپ) کو جو کھانسی کے ساتھ سینہ سے نکلے۔ اور پورانے تپوں اور تپ لرزہ اور استسقاء اور تلی اور تنگی بول اور سنگ گردہ اور سنگ مثانہ اور زہریلی دواؤں کے زہر کو اور بچھو اور تیلے کے کاٹے کو مفید۔ قیمت دس تولہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ عہ

حب حلتیت مقوی قوائے معدہ سردمزگی جو معدہ کی شرکت سے ہو اور دوار بخاری کو مفید۔ ہاضم طعام اور ریح معدہ اور امعا کو نکالتی ہے اور بادگولہ کہ ریح غلیظ سے پیدا ہوا ہو دور کرتی ہے۔ قیمت فی ڈبیہ جس میں ایک سو گولی ہو۔ عہ

خمیرہ اسبغول۔ کھانسی نزلی گرم خشک کو مفید ہے۔ اسہال معدی و معوی کو کہ گرمی سے ہوں مفید ہے جریان (پریو) اور سرعت انزال کو دور کرتا ہے اور گرم مزاجوں کو مقوی باہ ہے۔ خشونت سینہ کو بھی فایدہ دیتا ہے قیمت فی سیر عہ۔ محصول ڈاک بذمہ خریداران۔

المشتھر

حکیم احمد دین منیجر و منتظم شفاخانہ احمدی واقعہ شہر سیالکوٹ متصل شوالہ راجہ تیجا سنگھ

طاعون کا مجرب علاج

اور

ایکسال میں ایک روپیہ سے دس روپیہ

یہ دوائی بفضل خدا مرض طاعون کے لیئے ازبس مفید ثابت ہوئی ہے کہ جسے سول سرجن صاحب بہادر ضلع سیالکوٹ نے بعد تجربہ دوائی مجھے سارٹیفکٹ عطا فرمایا۔ اور مجھے اپنے زیر سایہ برائے ملاحظہ مریضان طاعون ملازم رکھا۔ اور اب بھی میں بفضل خدا اس ڈیوٹی پر تعینات ہوں میں اس امر کا وعدہ کرتا ہوں کہ جو صاحب میری تجربہ شدہ دوائی کو استعمال کرے اگر اسکو اسی سال میں طاعون کی بیماری لاحق ہو جاوے تو میں بجائے ایک روپیہ کے دس روپیہ واپس دینے کو تیار ہوں۔ بشرطیکہ اس بیمار کے وارث اپنے شہر یا قصبہ کے کسی عہدہ دار کی تصدیق بدیں مضمون روانہ کریں کہ واقعی فلاں بن فلاں نے میری دوائی کو استعمال کیا ہے اور اسی سال میں طاعون سے بیمار ہو گیا ہے تو میں بفضل خدا دس روپیہ منی آرڈر روانہ کردوں گا۔ قیمت ۱۲ خوراک ....

تمام درخواستیں

بنام حکیم نبی بخش ملازم سرکاری شہر سیالکوٹ

منشی کرم بخش پروپرائیٹر و ایڈیٹر کے اہتمام سے مفید عام پریس شہر سیالکوٹ سے شائع